بات کہاں پہنچ چکی؟

خان عبدالولی خاں کے بیانات اور انٹرویو کے بعد ملک میں جو بحث چھڑ گئی اس کی اصل ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو اندر سے کھوکھلے ہیں اور جو کھلی فضا میں لوگوں کا سامنا نہیں کر سکتے۔ ان لوگوں نے مخصوص نعروں کی بنیاد پر حب الوطنی کے پرمٹ تقسیم کرنے کا جو دھندا شروع کر رکھا ہے اس کا اگر تجزیہ کیا جائے تو صورتِ حال عجیب و غریب ہو جائیگی اور یار لوگ منہ چھپاتے پھریں گے۔

غلام محمد، سکندر مرزا، ایوب خاں، یحییٰ خاں اور مسٹر بھٹو سمیت ہر مقتدر کی چوکھٹ پر جبہ سائی کرنے والے بزرگوں اور دوستوں کو ولی خاں کے ان بیانات پر آخر کیوں پریشانی لاحق ہوتی ہے جن کا مقصد انگریز حکمرانوں کی ریشہ دوانیوں کو بے نقاب کرنا ہے؟

اور ولی خان کے بزرگ ڈاکٹر خانصاحب مرحوم کو اپنا سیاسی مقتدا ماننے اور پھر پچھلے دور میں خود ولی خان کو لیڈر آف دی اپوزیشن ماننے کے بعد اب پھر یہ خیال کیوں آیا کہ وہ لوگ محب وطن نہیں؟

ولی خان کے بعد سردار شوکت حیات کے بعض بیانات اور انٹرویو شائع ہوئے تو یاروں نے لٹھ لے کر ان کا تعاقب شروع کر دیا اور ان کے بزرگوں تک کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ——— شوکت حیات صاحب نے لارڈ مونٹ بیٹن کی مشترکہ گورنری، کی بحث بھی چھیڑی اور اس ضمن میں انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ بانی پاکستان معصوم نہ تھے ——— بات کچھ غلط نہ تھی۔ واقعہ یہی ہے کہ جس طائفہ مقدسہ کو معصوم عن الخطا سمجھنا ایمانیات کا حصہ ہے وہ صرف حضرات انبیاء علیہم السلام کا طبقہ ہے اور بس۔ اور یا پھر ختم نبوت کی مخصوص حکمتوں کی بناء پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق "محفوظیت" کا تصور اعیان امت نے ذکر کیا ہے اس کے علاوہ ہر کوئی ——— اور چاہے وہ کتنا ہی بڑا ہو ——— غلطی کر سکتا ہے

اور کسی کی غلطی کو غلطی کہنا کوئی جرم بھی نہیں۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ مریدانِ باصفا نے اپنے رہنماؤں کو وہ مقام بخش دیا کہ ان کے متعلق بات کہنا گردن زدنی قرار پایا۔

واقعہ یہ ہے کہ اس صورتِ حال پر نہ ہمیں کل افسوس تھا نہ آج افسوس ہے اس لئے کہ برتن میں جو ہوتا ہے وہی باہر آتا ہے ان سے کسی قسم کی امیدِ خیر ہی غلط ہے لیکن ہمیں افسوس اس وقت ہوا جب صدر مملکت نے اپنے دورہ سے واپسی پر ارشاد فرمایا کہ "لوگوں نے تو پیغمبروں کو نہیں بخشا"۔ گویا وہ فرمانا یوں چاہتے ہیں کہ اگر بانیٔ پاکستان کے متعلق یہ باتیں ہو رہی ہیں تو کیا ہوا لوگوں نے انبیاء کو نہیں چھوڑا —— کس قدر مقامِ تاسف ہے اتنا ذمہ دار انسان اور ایسی بات؟ آخر کیا نسبت ہے؟۔

اور صدر صاحب وہ غور کریں تو اس ملک میں ہیں کہ وہ آج کل اسلامی بنا رہے ہیں نہ خدا کا معاملہ محفوظ ہے نہ رسالت مآبؐ کا نہ صحابہؓ وازواجِ مطہرات کا —— نہ مساجد کا نہ علوم دین کا، اگر محفوظ ہے تو فقط ان چند لوگوں کا جن کو حالات نے بڑا بنا دیا اور بس —— جنابِ صدر ربوہ کے لٹریچر کی خبر لیں —— دشمنانِ صحابہؓ کی سازشوں سے آگاہ ہوں۔ گلبرگ کے منکرِ حدیثؒ کی نگارشات کا جائزہ لیں انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہاں کوئی اسلامی قدر محفوظ نہیں، محفوظ ہیں تو وہ جنہیں ایسے عقیدت مند مل گئے جو کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتے ——

سردار شوکت حیات صاحب جو اس دنگل میں کودے تھے شاید نیاز مندوں کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے یہ فرما رہے ہیں کہ بانی پاکستان . . . . کے باوجود "انسان کامل" تھے۔ معلوم نہیں سردار صاحب کے نزدیک "انسان کامل" کا کیا مفہوم ہے ورنہ اسلامی شریعت اور تاریخ کی رو سے "انسان کامل" صرف سرورِ کائنات علیہ السلام کی ذات گرامی ہے —— اس لئے صدر صاحب سمیت تمام حضرات کو محتاط رہنا چاہیئے اور سیاسی تاریخ سے متعلق کسی پر کسی قسم کا قدغن نہیں لگانا چاہیئے تاکہ احقاقِ حق ہو سکے —— ہاں کسی کی بات سے اختلاف ہے تو اس کو دلائل سے رُد کرنا دوسروں کا حق ہے جسے کوئی نہیں چھین سکتا —— اگر ایسا ہو جیسا کہ ایک صاحب نے آج ارشاد فرمایا ہے کہ بانیٔ پاکستان کی توہین غداری قرار دی جائے یا دوسرے صاحب نے اس بحث کو سیاسی اتحاد میں رکاوٹ کا ذریعہ بتلایا ہے تو پھر ملک کی گاڑی کا اللہ حافظ۔ آخر غداری کے لئے کچھ حدود بھی ہیں یا کہ بات بات پر آپ غداری کے سرٹیفکیٹ تقسیم کریں گے؟ رہ گیا سیاسی اتحاد تو جو لوگ اپنی جماعتوں کو ٹکڑیوں میں بانٹ کر سیاسی اتحاد کا محل تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ ان سے ہم عرض کریں گے کہ جناب من! پہلے اپنا گھر متحد کرو اس کے بعد آگے بڑھو اور آگے بڑھنے سے پہلے قوم کو بتلاؤ کہ یہ اتحاد محض منفی سوچ کا نتیجہ ہے یا آپ کے پاس کوئی مثبت پروگرام بھی ہے؟

خدا کرے ہماری گزارشات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی احبابؔ کو توفیق ہو اور وہ صحیح سمت سفر کرنے کا پروگرام بنا سکیں۔

علوی

بٹ صاحب

۲۸ر جنوری کو شام کے قریب جناب عبدالحمید صاحب بٹ انتقال کر گئے اور ۲۹ر کو لاہور کی قدیم جنازگاہ میں بندگانِ خدا کی بڑی تعداد نے حضرت مولانا عبیداللہ انور کی اقتداء میں ان کا جنازہ ادا کیا اور پھر نماز جمعہ سے قبل نصف صدی تک علماءِ ربانی کی قیادت میں انتھک اور مخلصانہ سعی و جہد کرنے والے اس مسافر کو منوں مٹی تلے دفن کر دیا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

بٹ صاحب شیرانوالہ دروازہ کے ایک با اثر گھرانے کے فرد تھے

(باقی ۲۶ پر)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب: علوی

اُسوۂ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم

شیخ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالیہ

بعد از خطبہ مسنونہ:۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر وذکر اللہ کثیراً (صدق اللہ العلی العظیم)

محترم حضرات اور معزز خواتین!

ہم سب یہاں اللہ تعالیٰ کا نام سیکھنے کی غرض سے حاضر ہوتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام نبی دنیا میں اللہ کا نام سکھانے کی غرض سے تشریف لائے اور ہمارے آقا و مولیٰ جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم جن کی ولادت کی خوشیوں میں سرمست ساری قوم فرائض و سنن سے بیگانہ ہو کر آپ کی شفاعت سے محرومی کے راستہ پر چل رہی ہے۔ انہوں نے ۲۳ سال اسی مقدس مشن کے لئے محنت کی تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی جماعت عطا فرمائی جنہوں نے نام خدا کی لذت و حلاوت کے نتیجہ میں دنیا میں ایسا انقلاب بپا کیا کہ آج تک اس کی مثال کوئی نہیں لا سکا۔

ہمارے مطاع و آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم دوسرے انبیاء علیہ السلام کے برعکس ساری کائنات کے لئے خدا کے رسول بن کر آئے اور ساتھ ہی آخری نبی، کہ آپؐ کے بعد یہ سلسلہ ہی منقطع ہو گیا۔ اور امت کو ان ذمہ داریوں کا پابند ٹھہرا دیا گیا۔ جن کا تعلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہے۔ آپؐ کی ذات والا صفات کو انسانی برادری کے لئے ایسا نمونہ بنایا گیا کہ کوئی اپنی معاش اور دوسرے معاملات کے لئے کیسا ہی دھندا کیوں نہ کرتا ہو وہ اس ذات اقدس سے رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔

مشہور بات ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میاں تمہارے نبی قضا حاجت کے مسائل سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔ یہ کیسی نبوت ہے؟ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تکمیل دین کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے جہاں پیغمبرانہ رہنمائی موجود نہ ہو اور یہی بات یہ ہے کہ اس آیت کریمہ کا جو ابتدا میں آپ نے سماعت فرمائی یہی مفہوم ہے۔ گو اس کا پس منظر سیاق قرآن سے جہاد میں آپ کا استقلال و استقامت ہے لیکن فی الواقع آپ کی تمام صفات کاملہ اور آپ کے اخلاق عالیہ موجب اقتداء اور واجب الاتباع ہیں۔ آپ کی ہر سنت پر عمل کرنا حصول برکت اور رفع درجات کا سبب ہے اور ہر قسم کے عتابؔ عذاب اور ملامت سے نجات کا ضامن ہے —— خدا کا نبی عقائد میں رہنمائی کرتا ہے تو عبادات کا عملاً طریقہ سکھاتا ہے۔ وہ معلّم اخلاق ہے۔ وہ قاضی کے منصب پر فائز ہے تو حکمرانی کا طور طریق بھی بتلاتا ہے بلکہ عملاً اللہ کی مخلوق پر حکمرانی کر کے بتلاتا ہے کہ کس طرح کارِ حکومت میں شرافت و نجابت، خدا خوفی، مخلوق کے حقوق کی پاسداری اور خزانہ میں امانت ضروری ہے۔ اس نبی امی کو دیکھیں کہ باپ، بیٹا، شوہر، داماد

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

سیرتِ نبوی قرآنی

غزواتِ نبوی ۴

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۔ صدق اللہ العظیم)

محترم حضرات و معزز خواتین !

قرآن عزیز کی روشنی میں ہجرت رسولؐ کا ذکر ہو چکا اب قدرتاً غزوات کے ذکر کا نمبر ہے ــــ قرآن عزیز اس حقیقت پر شاہد ہے کہ آپؐ کی عمر مبارک کا ایک حصہ قتال و غزا میں گذرا ہے اور چونکہ ایسا مدینہ میں ہوا ہے اس لئے یہ بات طے ہے کہ یہ عمر شریف کا آخری حصّہ ہے۔ مکی ماحول اور فضا کی جو کیفیت تھی اس کے پیشِ نظر ایسا کرنا ناگزیر تھا۔ عرب چھوڑ ساری دنیا اس وقت اخلاقی ابتری اور انارکی کا شکار تھی۔ جرم و عصیان عیب ہی نہ تھا اور ظلم و سرکشی کا ہر طرف دور دورہ تھا ــــ سورۂ روم کی ایک آیت نے جامع نقشہ کھینچا۔

"بگاڑ پھیل گیا ہے خشکی اور تری میں لوگوں کے اپنے کرتوتوں سے۔"

مسلمان اصلاح کا مشن لے کر اٹھے تھے۔ خدا کی زمین پر عدالت و ربانی ریاست کا قیام ان کا مقصود تھا اور یہ لوگ خود ہی ظلم کا شکار تھے۔ پیغمبر خداؐ کے مولد و مسکن مکہ میں آپؐ پر اور آپؐ کے رفقاء پر جو گذری وہ گذشتہ صحبت میں آپ نے سن لیا۔ مکہ کے مظلوم دور "یثرب" میں جا کر بس گئے اور اب اس کا نام "مدینۃ النبی" پڑ گیا ہے لیکن اتنا دور چلے جانے کے باوجود مظلومیت کا سلسلہ جوں کا توں ہے بلکہ پہلے سے کہیں بڑھ گیا ہے ــــ ابوداؤد شریف کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کفّار مکہ مدینہ والوں پر دباؤ ڈالتے تھے کہ ہمارے آدمی کو تم نے پناہ دے رکھی ہے اسے قتل کر دو یا اپنے پاس سے نکال دو۔ ورنہ اپنی خیر مناؤ۔ ہم تمہارا قلع قمع کر کے تمہاری عورتوں کو اپنے تصرّف میں لے آئیں گے۔

اذنِ قتال

حالات اس درجہ ناقابل برداشت ہوئے، صبر و ضبط کی حد ہو گئی۔ تو خدا نے ان مردانِ باصفا کو اجازت دی کہ "بزن"۔ سورۂ حج کی آیت کا ترجمہ ہے :۔

"جن لوگوں کے خلاف قتال کیا جا رہا ہے اب انہیں بھی اذنِ قتال ملتا ہے۔ اس لئے کہ ان پر ظلم ہوا ہے اور اللہ بے شک ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے بغیر کسی قصور کے سوا اس کے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔"

گویا مظلومیت انتہا کو پہنچی تو قتال کی اجازت ہوئی۔ اہل تفسیر اسی آیت کو اس ضمن میں پہلی آیت کہتے ہیں جبکہ بعض حضرات سورۂ بقرہ کی اس آیت کا قول کرتے ہیں جس میں ہے :۔

"اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے قتال کرو جو تم سے قتال کرتے ہیں ــــ اور زیادتی نہ کرنا کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

بہرحال اس اذن و اجازت کے نتیجہ میں آپؐ نے خود بھی قتال شروع کیا جس کا فقہی اصطلاح میں نام "جہاد" پڑ گیا ہے ورنہ جنگ کے لئے لفظ "حرب" بولا جاتا تھا۔ وہ مخصوص کارروائیاں جن میں آپ بنفسِ نفیس شریک تھے ان کے لئے "غزوہ" کی اصطلاح رائج ہے۔ ان ربانی مہموں کی تعداد ۱۹ یا ۲۱ لکھی گئی ہے جو اہم ہیں ان پر قرآن کی روشنی میں نظر کی جائے گی اور بس۔ کیونکہ آج کل قرآن کی روشنی میں ہی ہم سیرت کا بیان کر رہے ہیں جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جس پر قرآن اترا اس کی زندگی قصہ کہانی کی زندگی نہیں وہ تو قرآن میں محفوظ ہے۔

البدر

پہلا بڑا غزوہ بدر ہے جس کی اہمیت بہت ہے۔ مقام بدر پر واقع ہونے کے سبب یہی نام پڑ گیا مدینہ طیبہ سے جنوب مغرب میں تین چار منزل کے فاصلہ پر ایک سرسبز منڈی اس جگہ تھی۔ اس کی اہمیت کے پیشِ نظر خدا نے تصریح کے ساتھ اس کا نام قرآن میں ذکر کر دیا۔ غزوہ کے ختم ہونے کے ایک عرصہ بعد کسی دوسرے موقعہ پر نام کی تصریح اور مقام شکر کے طور پر آل عمران میں اس کا ذکر ہو اور فرمایا :۔

"اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد بدر میں کی دراں حالیکہ تم بہت کمزور تھے۔ پس اللہ سے تقویٰ اختیار کرو شاید کہ شکرگذار بن جاؤ۔"

لشکر اسلام کی اس کمزوری جس کا قرآن میں اشارہ ہے۔ تفصیلی ذکر حدیث و سیرت کی کتابوں میں ہے۔ مختصر یہ کہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی سامانِ جنگ۔ ہونے کے برابر تھا قدرۃً مسلمان جنگ سے بچنا چاہتے تھے لیکن لشکریوں کے تذبذب کے باوجود خدا اپنی رحمت سے سرشار لشکر کو یہ میدان میں لے آیا ــــ الانفال میں ہے :۔

"جس طرح آپ کا پروردگار آپ کو (اے رسول) حق کے ساتھ آپ کے گھر سے (بدر تک) لے آیا حالانکہ مسلمانوں کا ایک گروہ (اس سے) ناخوش تھا۔"

جماعتی ضعف، سامان کی قلت وغیرہ کے سبب آپ سے اس سلسلہ میں بات بحث بھی ہوئی۔ اسی سورۃ میں ہے :۔

"یہ لوگ آپ سے حق ظاہر ہونے پیچھے جھگڑتے ہیں گویا کہ وہ موت کی طرف ہنکائے جا رہے ہیں۔ اور وہ موت کو دیکھ رہے ہیں۔"

مغربی مصنّفین اور جہاد

اس موقعہ پر اس بات کی طرف توجہ فرمائیں کہ مغربی اہل قلم جہاد کے سلسلہ میں مسلمانوں پر طنز کرتے ہیں اسلام کو تلوار کے ذریعہ پھیلنے والا مذہب کہتے ہیں حالانکہ ابتدائی ۱۴ سال تلوار اسلام کو روکنے کے لئے چلتی رہی اور یہ لوگ ایسے ناحق شناس ہیں کہ کہتے ہیں کہ رسول کے یہ ساتھی مال کے لالچ اور لوٹ مار کے لئے نکلتے تھے اور مخالفین پر ٹوٹ پڑتے تھے حالانکہ قرآن کی واضح شہادت ہے کہ انہیں اس طرح دھکیل کر میدان لانا پڑتا تھا اور اس کے ساتھ یہ بھی اشارہ کر دوں کہ اسلام پر اعتراض کرنے والے اپنے کردار کا بھی ذرا جائزہ لیں کہ انہوں نے انسانیت پر ہر دَور میں کیسے کیسے ظلم ڈھائے اور اب کیا کر رہے ہیں؟ یہ عنوان تفصیل طلب ہے اس لئے محض اشارات پر اکتفا کرتے ہوئے پھر اصل واقعہ کی طرف لوٹتے ہیں۔

جب یہ واقعہ پیش آیا تو مسلمانوں کے سامنے دو احتمال تھے کہ کفار کی فوج سے مڈبھیڑ ہو یا محض تجارتی قافلہ تک بات رہے گی گو کہ اللہ تعالیٰ کا وعدۂ نصرت موجود تھا لیکن پھر بھی طبعی طور پر مسلمان اس آسان ترین شق کو پسند

کرتے تھے کہ فوجی کارروائی سے بچ کر محض تجارتی قافلہ سے نپٹ لیں۔ الانفال میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔ ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :-

"اور اللہ جب تم سے وعدہ کرتا تھا کہ وہ دو گروہوں میں سے ایک تمہارے لئے ہے اور تم آرزو رکھتے تھے کہ وہی گروہ تم کو ملے جس میں کوئی خدشہ (تمہارے لئے) نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ حق کو اپنے حکم سے ثابت کردے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق کو ثابت کر دے اور باطل کو مٹا دے، چاہے یہ مجرموں کو ناگوار ہی گذرے۔"

لشکر اسلام اضطراری طور پر فریاد کناں تھا، بارگاہ قدس میں الحاح کے ساتھ دعائیں ہو رہی تھیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس فریاد کو سن لیا اور ایسا کہ بس اپنی قدرت کے حالات ہی بدل دیئے —— قرآن کا اعجاز بیان جس طرح دعا کی قبولیت کا نقشہ کھینچتا ہے اس پر غور کریں —— الانفال میں ہے :-

"یاد کرو وہ وقت جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے اس نے تمہاری سن لی۔ اور (فرمایا کہ) میں تمہاری مدد ایک ہزار مسلسل آنے والے فرشتوں سے کروں گا اور اللہ نے یہ صرف تمہارے خوش کرنے اور تمہارے دلوں کو اطمینان دینے کو کیا۔ ورنہ فتح تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔ بے شک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔"

اسی جنگ کے دوران سورۂ انفال کے مطابق عین وقت پر بارش ہوئی۔ جس کا تمامتر فائدہ مسلمانوں کو ہوا۔ نیز اسی سورۃ کے مطابق نیند کی جھپک آگئی جس سے وہ تازہ دم ہوگئے۔ ان تفصیلات کو قرآن عزیز نے بیان فرمایا اور اللہ تعالےٰ کو اپنے ان مخلص بندوں اور ان کے سردار کی دلدہی اس حد تک منظور کہ جو فعل ظاہری طور پر ان سے سرزد ہوئے ان کو بھی اپنی طرف منسوب فرما لیا۔

"ان دشمنوں کو تم نے نہیں مارا بلکہ اللہ نے مارا اور آپؐ نے پتھر نہیں پھینکا جب پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔"

اللہ کے فضل سے لشکرِ اسلام کو فتح ہوئی صاف اور واضح فتح، اس لئے مشرکین کو بھی تنبیہ کر دی گئی :-

"اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو فیصلہ تو تمہارے سامنے آ گیا تم باز آ جاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم پھر وہی کروگے تو ہم بھی وہی کریں گے اور تمہاری جماعت تمہارے کام نہ آئے گی خواہ کتنی ہی بڑی ہو اور اللہ تو مومنوں کے ساتھ ہے۔"

اس معرکہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم علیہ السلام کو ایسی کھلی فتح دی کہ اس کو "یوم الفرقان" کہہ دیا گیا اور مؤرخین یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ کہ اگر اس دن اہل ایمان کو فتح نہ ہوتی تو عرب ہی کی نہیں دنیا کی تاریخ بھی مختلف ہوتی۔ الانفال کے پانچویں رکوع میں بھی ضمناً اس کا ذکر ہے اور حد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے واقعہ کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کا نقشہ تک قرآن میں بیان کر دیا —— (الانفال ع ۵)

حضور علیہ السلام نے معرکہ جنگ سے قبل ایک خواب میں مخالف لشکر کو قلیل تعداد میں دیکھا تھا۔ اس کا ذکر بھی الانفال میں موجود ہے اور آپؐ نے اسے صحابہؓ سے بیان فرما دیا۔ اور انتہا یہ ہے، کہ خواب چھوڑ بیداری کے عالم میں ہر فریق دوسرے کے متعلق غلط فہمی کا شکار رہا۔ اور اصل تعداد سے کم ہی اندازہ کرتا رہا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر اس کے برعکس معاملہ ہوتا تو شاید ایک فریق یا دونوں نبرد آزمائی کی ہمت ہی نہ کرتے۔ اس نفسیاتی حقیقت کو قرآن نے یوں

بیان فرمایا :-

"وہ وقت بھی یاد کرو جب اللہ نے ان لوگوں کو تمہاری نظروں میں کم کرکے دکھلایا اور ان کی نظروں میں تمہیں کم کرکے، تاکہ اللہ اس امر کو پورا کر دے جو ہو کر رہنا تھا۔" (الانفال)

سیرت کی کتابوں میں ابوجہل کے نخوت و غرور کا قصہ ہر کسی نے پڑھا ہے۔ قرآن نے بھی لشکر قریش کی متکبرانہ ذہنیت کی طرف اشارہ کیا اور اہل ایمان کو ہدایت کر دی کہ تمہیں ایسا رویہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ تکبر تو انسانوں کو ذلیل کرنے کا باعث ہوتا ہے —— تاریخی طور پر ۱۷ر رمضان ۲ھ مطابق ۱۵ر مارچ ۶۲۴ء کو یہ واقعہ رونما ہوا۔ جتنی تفصیلات سے اس واقعہ کا قرآن میں ذکر ہے۔ اتنا کسی اور کا نہیں —— اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مظلوم بندوں کی آہوں سسکیوں اور التجاؤں کو سن کر ان کی اس طرح مدد کی کہ تاریخ کا رخ بدل گیا۔ اور کفّار کی اجتماعی قوت ٹوٹ کر رہ گئی اور یہ حقیقت ایک بار پھر ابھر کر سامنے آگئی کہ :-

"دنیا میں بارہا ایسا ہو چکا کہ چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آگئیں۔"

واقعہ یہ ہے کہ مدد و نصرت اور فتح و کامرانی اللہ کے قبضہ میں ہے اور اس کا وعدہ ان لوگوں سے ہے جو دین الٰہی کے خادم ہوتے ہیں۔

برادرانِ دین! قرآن و سنّت کے اس آئینہ میں آج اپنے چہرے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ واضح ہو جائے گا کہ ہم کیوں مخذول ہیں، کیوں پریشان ہیں اور کیوں آلام کا شکار ہیں۔ بدر کی مٹی کی خوشبو سونگھو نصرت الٰہی کا راز معلوم ہو جائے گا۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

باقی غزوات کا ذکر آئندہ ہوگا۔ اللہ تعالےٰ محمد و اصحاب محمد (صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم) کی سیرت طیبہ کو اپنانے کی توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ : مجلس ذکر

ہر رشتہ کے اعتبار سے حقوق و فرائض کی تعلیم دے رہا ہے۔ مسجد میں آنے جانے کا ڈھنگ سکھاتا ہے تو کھانا کھانے، پانی پینے، لباس پہننے اور سفر کرنے نیز سفر سے واپسی کے آداب کی تعلیم دینے میں مشغول ہے —— یہی مفہوم ہے لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ کا ——

پر افسوس آج ہم غفلت کا شکار ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس نمونہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے —— ہم کھیل کود اور لہو و لعب کا شکار ہیں۔ عقائد متزلزل، عبادات کی چھٹی، اخلاق سے عاری اور بدعات کے رسیا۔ کتنے افسوس کا مقام ہے اور کتنے دکھ کی بات ہے۔

عزیزانِ گرامی! اصلاح کی فکر کریں ورنہ روز قیامت شفاعت سے محرومی اور حوض کوثر سے مہجوری مقدر بن جائے گی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم فرماتے ہیں کہ بعض لوگ حوض کوثر کی طرف آئیں گے تو محروم لوٹائے جائیں گے اور ارشاد ربانی ہوگا کہ یہ لوگ دنیا میں آپ کا نام لینے کے باوجود اپنی مرضی کے کام کرتے تھے۔

سوچیں! ایسی شکل میں کہاں جائیں گے اور ہمارا کیا بنے گا؟ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی بجا لیکن آپ کی سنتوں پر عمل اصل تقاضائے محبت ہے۔ ورنہ سب دھوکہ اور فریب! اور خدا کی بارگاہ میں فریب نہ کل چلا نہ آج چلے گا۔

آئیں اس ذات اقدس کی زندگی کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے کا عہد کریں۔ خدا توفیقِ عمل دے۔

قرآن کے خادم

پالوا صاحب

ابوالسیف علوی

قرآن مجید اللہ تعالےٰ کی وہ نعمت غیر مترقبہ ہے جس کو پڑھنا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا فلاح دارین کا ذریعہ ہے۔ جناب سرورِ کائنات علیہ السلام کی ذات گرامی جن پر یہ کتاب مبین نازل ہوئی تھی، ارشاد فرماتے ہیں کہ قوموں کے عروج و زوال کا راز کلام الٰہی سے وابستہ ہے۔ یعنی جو خوش قسمت اس سے اپنا تعلق جوڑ لیتے ہیں وہ نہ صرف سعادت اخروی سے بہرہ ور ہوں گے بلکہ ان کی دنیا بھی سنور جاتی ہے۔ (اور انسانی تاریخ نے زبانِ رسالت سے نکلی ہوئی اس بات کی تصدیق کر دی) اور اس کے برعکس جن کا رویہ ہوتا ہے ان کا اخروی انجام تو جو ہوگا سو ہوگا ان کی دنیا بھی تاریک ہو جاتی ہے (اور دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اس آئینہ میں خود آج کے دَور میں اپنا حال دیکھا جا سکتا ہے)۔

اسلامی تاریخ میں ایسے صاحب ورد حضرات کی کسی دور میں بھی کمی نہیں رہی جنہوں نے اپنی صلاحیتوں کو خدمت قرآن کے لئے وقف کر دیا۔ اور یہ واقعۃً اللہ کی دین ہے اور وہ اس بات پر قادر ہے کہ کسی سے بھی اپنے کلام کی خدمت لے لے۔ امیر حجاج بن یوسف جیسے بھی تھے لیکن اس حقیقت کا کون انکار کر سکتا ہے کہ عجمی مسلمانوں کی سہولت کے لئے اعراب وغیرہ کی خدمت اللہ تعالےٰ نے انہی سے لی۔ اور یہ سلسلہ اتنا دراز ہے کہ اگر صدی وار خدام قرآن کی فہرست ہی خالی مرتب کی جانے لگے تو ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے۔

آج کا دور بلاشبہ عہدِ نبوت سے انتہائی بعد کا دَور ہے۔ اور لسانِ نبوت سے اس کائنات کے درہم برہم ہونے کی جو علامات ثابت ہیں ان کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ دنیا چند دن کی مہمان ہے۔ اس صورت حال کے پیشِ نظر دنیا روحانی اقدار سے کوسوں دور اور مادیت کے پھندوں کا بری طرح شکار ہے لیکن اس کے باوجود یہ زمین ایسے بندوں سے خالی نہیں جو گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر اپنے رب کے کلام کی خدمت میں معروف و مشغول ہیں ——— ایسے ہی مخلص بندوں میں ایک ہمارے واجب الاحترام بزرگ مولانا ابوالبشیر محمد حسین پالوا ہیں جو کراچی جیسے معروف ترین اور بُری طرح مادیت کا شکار شہر کے ایک کونہ میں بیٹھ کر ایسی خدمت میں مشغول ہیں جو اللہ تعالےٰ اپنے مخصوص و منتخب بندوں سے لیتے ہیں۔

عروس البلاد دہلی میں قیام کے زمانہ میں آپ نے اس خدمت کا سلسلہ شروع کیا اور وہ مکمل شکل میں سامنے آئی لیکن اب وہ اسے نیا جامہ پہنا کر مخلوقِ خدا کے لئے آسانی کا سامان پیدا کر رہے ہیں۔

یہ خدمت جس کا مَیں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ ان کی انتہائی مقبول و معروف کتاب "مضامین القرآن" ہے جس کا عربی نام "تسہیل الفرقان" ہے۔ موصوف نے اس کتاب میں مضامینِ قرآن کی اس طرح تفصیلات مرتب کیں جو انہی کا حصہ تھا۔ حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی قدس سرہ کے ایماء پر اس مسودہ کو محدث عصر مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی مدظلہم نے دیکھا اور پسند کیا پھر مفتی اعظم ہند مولانا محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

(باقی ۲۱ پر)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ [1]

چھٹی صدی مسیحی میں عالمگیر پیمانہ پر یہ کیفیت نظر آتی ہے کہ پوری نوع انسانی خود کشی پر آمادہ نہیں کمربستہ ہے، جیسے خود کشی کرنے کی اس نے قسم کھائی ہے، ساری دنیا میں خود کشی کی تیاری ہو رہی ہے، اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں اس منظر اور صورتِ حال کی جو تصویر کھینچی ہے، اس سے بہتر کوئی بڑا سے بڑا مصور، ادیب و مؤرخ تصویر نہیں کھینچ سکتا، وہ فرماتا ہے:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ (آل عمران ۱۰۳)

اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا۔

ہمارے مؤرخوں اور سیرت نگاروں سے جاہلیت کی تصویر پورے طور پر نہ کھینچ سکی، وہ نہ صرف قابل معافی بلکہ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ ادب اور زبان کا ذخیرہ ساتھ نہیں دیتا، واقعہ اور صورتِ حال اتنی سنگین، اتنی نازک، اتنی مہیب اور اتنی پیچیدہ اور دقیق تھی کہ موئے قلم سے اس کی تصویر اور زبان و ادب کی بڑی سے بڑی قدرت و صلاحیت سے اس کی تعبیر ممکن نہیں، کوئی مؤرخ اس کا حق کیسے ادا کر سکتا ہے، دور جاہلیت جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی کیا وہ ایک یا دو قوموں کے انحطاط یا اخلاقی بگاڑ کا مسئلہ تھا، خالی بت پرستی کا مسئلہ تھا، اخلاقی جرائم و ذمائم کا مسئلہ تھا، شراب نوشی، قمار بازی، عیش پرستی، ہوس رانی، حقوق کی پامالی، ظلم و استبداد، معاشی استحصال، جابر اور بیداد حکومتوں، ظالمانہ نظاموں اور غیر منصفانہ قوانین کا مسئلہ تھا؟ کیا مسئلہ یہ تھا کہ کسی ملک میں باپ اپنی نوزائیدہ بچی کو زندہ درگور کر رہا تھا؟ مسئلہ یہ تھا کہ انسان انسانیت کو خاک میں ملا رہا تھا، مسئلہ یہ نہیں تھا کہ عرب کے کچھ سنگدل اور قسی القلب لوگ اپنی معصوم بچیوں کو جھوٹی شرم اور خیالی ننگ و عار سے بچنے کے لئے ایک خود ساختہ تخیل اور ایک ظالمانہ روایت کی بنا پر اپنے ہاتھوں زمین میں زندہ دفن کر دینا چاہتے تھے، مسئلہ یہ تھا کہ مادر گیتی اپنی پوری نسل کو زندہ دفن کرنا چاہتی تھی، وہ دَور ختم ہو چکا اب اس کو کیسے لا کر سامنے کھڑا کر دیا جائے، وہ دَور جن لوگوں نے دیکھا تھا، وہی اس حقیقت کو سمجھتے اور جانتے تھے۔

مسئلہ کسی ایک ملک و قوم کا بھی نہیں تھا، نہ کسی ایک مغالطہ اور فریب کا تھا، مسئلہ انسانیت کی قسمت کا تھا، مسئلہ نوع انسانی کے مستقبل کا تھا۔ اگر کوئی مصور ایسی تصویر پیش کرے، جس میں دکھایا گیا ہو کہ نوع انسانی کی نمائندگی ایک انسان کر رہا ہے، ایک حسین و جمیل پیکر، ایک فربہ و توانا جسم، جو خدا کی صنعت کا بہترین نمونہ ہے، جس سے آدم کا نام زندہ اور اس کا سلسلہ قائم ہے، جو محسود ملائکہ ہے، اور مقصود آفرینش، جس کے سر پر خدا نے خلافت کا تاج رکھا ہے، اور جس کی وجہ

[1] جلسۂ سیرت کی ایک تقریر کا آخری حصہ جس میں بعثت محمدی کے احسانات اور نبوت محمدی کے ان عطیوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے تاریخ انسانی میں انقلاب برپا کر دیا، اور نوع انسانی کی تاریخ بدل دی۔

سے یہ کرۂ ارضی ایک خرابہ اور ویرانہ نہیں ایک آباد اور گلزار جگہ ہے، اس انسان کے سامنے آگ کا ایک سمندر ہے، ایک نہایت مہیب خندق ہے، جس کی کوئی تھاہ نہیں، وہ انسان اس میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار کھڑا ہے، اس کے پاؤں اٹھ چکے ہیں، اور وہ مائل بہ پرواز ہے، ایسا نظر آرہا ہے کہ چند لمحوں میں وہ اندھیروں میں گم ہو جائے گا، اگر اس دَور کی ایسی تصویر کھینچی جائے تو کسی حد تک اس صورتِ حال کا اندازہ ہو سکتا ہے، جو بعثت کے وقت پائی جاتی تھی، اور اسی حقیقت کو بیان کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ:

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔

اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے، خدا نے تم کو اس سے بچا لیا۔

اور اسی بات کو نبوت نے ایک تمثیل میں بیان کیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میری اس دعوت و ہدایت کی مثال جس کے ساتھ مجھے دنیا میں بھیجا گیا ہے ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ روشن کی، جب اس کی روشنی گرد و پیش میں پھیلی تو وہ پروانے اور کیڑے جو آگ پر گرا کرتے ہیں، ہر طرف سے امنڈ کر اس میں کودنے لگے، اسی طرح سے، تم آگ میں گرنا اور کودنا چاہتے ہو، اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تم کو اس سے بچاتا اور علیحدہ کرتا ہوں۔"[1]

حقیقتاً اصل مسئلہ یہی تھا کہ انسانیت کی کشتی کو سلامتی کے ساتھ پار لگایا جائے،

جب انسان اپنے صحیح "موڈ" میں آجائے گا، جب زندگی میں اعتدال اور توازن پیدا ہو جائے گا، تو ان سب تعمیری، فلاحی، علمی، ادبی اور ترقیاتی کوششوں اور منصوبوں کا دَور آئے گا، جن کی صلاحیت مختلف انسانوں اور انسانیت کے بہی خواہوں میں پائی جاتی ہے، حقیقتاً ساری دنیا پیغمبروں کی احسان مند ہے کہ انہوں نے نوعِ انسانی کو ان خطرات سے بچا لیا جو اس کے سر پہ ننگی تلوار کی طرح لٹک رہے تھے، دنیا کا کوئی علمی تعمیری اصلاحی کام، کوئی فلسفہ، کوئی دبستانِ فکر، ان کے احسان سے سبکدوش نہیں، سچ پوچھئے تو موجودہ دنیا اپنی بقا اور ترقی اور زندگی کے استحقاق میں پیغمبروں ہی کے رہینِ منت ہے، انسانوں نے زبانِ حال سے کئی مرتبہ یہ اعلان کیا کہ اب ان کی افادیت ختم ہو گئی اور اب وہ دنیا کے لئے اور اپنے لئے کوئی نافعیت، برکت و رحمت اور کوئی پیغام اور دعوت نہیں رکھتے، انہوں نے اپنے خلاف خدا کی عدالت میں خود نالش کی اور گواہی دی، ان کی مسل تیار تھی، اور وہ اپنے کو بڑی سے بڑی سزا بلکہ سزائے موت کا مستحق ثابت کر چکے تھے۔

جب تمدن اپنے حدود سے تجاوز کر جاتا ہے، جب وہ اخلاقیات کو یکسر فراموش کر دیتا ہے، جب انسان اپنی سفلی خواہشات اور نفس کے حیوانی تقاضوں کی تکمیل کے سوا ہر مقصد اور ہر حقیقت کو فراموش کر دیتا ہے، جب اس کے پہلو میں انسان کے دل کے بجائے بھیڑیئے اور چیتے کا دل پیدا ہو جاتا ہے، جب اس کے جسم میں ایک فرضی معدہ اور ایک لامحدود نفسِ امارہ جنم لیتا ہے، جب دنیا پر جنون کا دَورہ پڑتا ہے تو قدرتِ خداوندی اس کو سزا دینے یا اس کے جنون کے نشہ کو اتارنے کے لئے نئے نئے نشتر اور نئے نئے جراح پیدا کرتی ہے۔

کرتی ہے ملوکیت انداز جنوں پیدا
اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز

آپ ملوکیت کے لفظ کو تمدن سے بدل دیجئے کہ تمدن کا بگاڑ اور تمدنی جنون، ملوکیت کے تمدن سے زیادہ خطرناک اور زیادہ وسیع ہوتا ہے، ایک کمزور سا مریض اگر پاگل ہو جاتا ہے تو محلہ کی نیند حرام کر دیتا ہے، اور سارا محلہ عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے، آپ تصور کیجئے کہ جب نوعِ انسانی پاگل ہو جائے اور جب تمدن کا قوام بگڑ جائے، جب انسانیت کا مزاج خراب ہو جائے تو اس کا کیا علاج ہے؟

جاہلیت میں تمدن صرف بگڑا ہی نہیں، متعفن ہو گیا تھا، اس میں کیڑے پڑ گئے تھے، انسان نوعِ انسانی کا شکاری بن گیا تھا، اس کو کسی انسان کی جان کنی، کسی زخمی کی تڑپ اور کسی مصیبت زدہ کی کراہ میں وہ مزہ آنے لگا تھا، جو جام و سبو میں، اور دنیا کے لذیذ سے لذیذ کھانے اور خوش نما منظر میں نہیں آتا تھا، آپ روما کی تاریخ پڑھیں جس کی فتوحات، نظم و نسق اور قانون سازی اور تہذیب کے، دنیا میں ڈنکے بجے، یورپین مورخ اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ "اہلِ روما کے لئے سب سے زیادہ دلچسپ فرحت افزا اور مست کر دینے والا نظارہ وہ ہوتا تھا، جب باہم شمشیر زنی یا خونخوار جانوروں کی لڑائی میں

ہزیمت خوردہ اور مجروح شمشیر زن (GLADIATOR) جانکنی کی تکلیف میں مبتلا ہوتا، اور موت کے کرب میں آخری ہچکی لیتا، اس وقت روما کے خوش باش اور زندہ دل تماشائی اس خوش کن منظر کو دیکھنے کے لئے ایک دوسرے پر گرے پڑتے اور پولیس کو بھی ان کو کنٹرول میں رکھنا ممکن نہ ہوتا۔"

رومی عہد کی سپاہی جس میں انسان کو جانوروں سے لڑنے پر مجبور کیا جاتا تھا، انسانی شقاوت و سنگدلی کی بدترین مثال پیش کرتی ہے، لیکن یہ صرف اعلیٰ طبقہ سے تعلق رکھنے والوں کا محبوب مشغلہ تھا "تاریخ اخلاقِ یورپ" کے مصنف لیکی ان کھیلوں کی ہر دلعزیزی بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"سپاہی کی یہ مقبولیت و دل فریبی اس لحاظ سے مطلق حیرت انگیز نہیں کہ دلکشی کے جتنے مناظر اس میں آکر مجتمع ہو گئے تھے اتنے کسی دوسرے ملعبہ میں نہ تھے، لق و دق اکھاڑہ، امراء و اعیانِ دولت کی زرق برق پوشاکیں، تماشائیوں کا انبوہِ کثیر ان کے ذوق و شوق کا اثر متعدی، اتنے بڑے مجمع میں ایک متوقع سکون و خاموشی، اسی ہزار زبانوں سے ایک بارگی صدائے تحسین بلند ہوتی، اس کی آواز سے شہر کیا معنی مضافاتِ شہر تک گونج اٹھتے، جنگ کا گھڑی گھڑی رنگ بدلتے رہنا عدیم المثال جرأت و بے جگری کا اظہار، ان میں سے ہر شے تخیل کو متاثر کرنے کے لئے کافی ہے اور ان کی مجموعی طاقت قدرتی طور پر بہت قوی ہے۔"

ان ظالمانہ تفریحات کو روکنے کے لئے احکام جاری کئے گئے، لیکن یہ سیلاب اتنا پرزور تھا کہ کوئی بند اسے روک نہیں سکتا تھا۔

پس جاہلیت کا اصل مسئلہ یہ تھا کہ پوری زندگی کی چول اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی بلکہ ٹوٹ گئی تھی، انسان، انسان نہیں رہا تھا، انسانیت کا مقدمہ اپنے آخری مرحلہ میں خدا کی عدالت میں پیش تھا، انسان اپنے خلاف گواہی دے چکا تھا، اس حالت میں خدا نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، اور ارشاد ہوا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔
(الانبیاء ۱۰۷)

اور (اے محمد) ہم نے تم کو تمام جہان کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارا یہ دَور بلکہ قیامت تک کا پورا دَور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، دعوت اور مساعیٔ جمیلہ کے حساب میں ہے، آپؐ کا پہلا کام یہ تھا کہ آپؐ نے اس تلوار کو جو نوعِ انسانی کے سر پہ لٹک رہی تھی، اور کوئی گھڑی تھی کہ اس کے سر پہ گر کر اس کا کام تمام کر دے، اس تلوار کو ہٹا لیا اور اس کو وہ تحفے عطا کئے، جنہوں نے اس کو نئی زندگی، نیا حوصلہ، نئی طاقت نئی عزت اور نئی منزلِ سفر عطا کی اور ان کی برکت سے انسانیت تہذیب و تمدن، علم و فن، روحانیت و اخلاص اور تعمیرِ انسانیت کا ایک نیا دَور شروع ہوا، ہم

یہاں پر آپؐ کے ان چند عطیوں کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے نوعِ انسانی کی ہدایت و اصلاح اور انسانیت کی تعمیر و ترقی میں بنیادی اور قائدانہ کردار ادا کیا، اور جن کی بدولت ایک نئی دنیا وجود میں آئی۔

آپؐ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپؐ نے دنیا کو عقیدۂ توحید کی نعمت عطا فرمائی اس سے زیادہ انقلاب انگیز حیات بخش، عہد آفریں اور معجز نما عقیدہ، دنیا کو نہ پہلے کبھی ملا ہے، اور نہ قیامت تک کبھی مل سکتا ہے، یہ انسان جس کو شاعری، فلسفہ، اور سیاست میں بڑے بڑے دعوے ہیں، اور جس نے قوموں، ملکوں کو بارہا غلام بنایا، عناصرِ اربعہ پر اپنی حکومت چلائی، پتھر میں پھول کھلائے، اور پہاڑوں کا جگر کاٹ کر دریا بہائے اور جس نے کبھی کبھی خدائی کا بھی دعویٰ کیا، یہ اپنے سے کہیں زیادہ مجبور و ذلیل، بے حس و حرکت، بے جان و مردہ اور بعض اوقات خود اپنی ساختہ اور پرداختہ چیزوں کے سامنے جھکتا تھا، ان سے ڈرتا اور ان کی خوشامد کرتا تھا، یہ پہاڑوں، دریاؤں، درختوں، جانوروں، ارواح و شیاطین اور مظاہرِ قدرت ہی کے سامنے نہیں، بلکہ کیڑوں، مکوڑوں تک کے سامنے سجدہ ریز ہوتا تھا، اور اس کی پوری زندگی انہیں سے خوف و امید اور انہیں خطرات میں بسر ہوتی تھی، جس کا نتیجہ بزدلی، ذہنی انتشار، وہم پرستی اور بے اعتمادی تھا، آپؐ نے اس کو ایسے خالص، بے آمیز سہل الفہم، حیات بخش عقیدۂ توحید کی تعلیم دی جس سے وہ خدا کے سوا جو خالقِ کائنات ہے، ہر ایک سے آزاد، نڈر اور بے فکر ہو

۱۵۔۲۰ جنوری کو محکمہ اوقاف پنجاب کے زیرِاہتمام ٹاؤن ہال لاہور میں دو روزہ سیرت کانفرنس منعقد ہوئی جس کا افتتاح گورنر پنجاب جنرل غلام جیلانی خان نے کیا۔ اس کے بعد تین علمی نشستیں منعقد ہوئیں جن کی صدارت بالترتیب وزیر اوقاف پنجاب میاں محمد ذاکر قریشی، چیف جسٹس پنجاب جناب شمیم حسین قادری اور جامعہ پنجاب کے سربراہ ڈاکٹر خیرات محمد ابن رسا نے کی۔ علمی مقالات کی دوسری نشست میں مدیر خدام الدین نے ۸ منٹ میں جو مقالہ پڑھا وہ پیشِ خدمت ہے (یاد رہے کہ ہر مقالہ کے لئے اتنا ہی وقت مقرر تھا)
(ایڈیٹر)

معلمِ اخلاق (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عفو و حلم

بعد از خطبہ مسنونہ:۔
اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم: بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔
خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (۱۹۹)

صدرِ محترم، معزز حاضرین! عفو و درگذر اور حلم و بردباری اللہ تعالیٰ کی عظیم صفات میں سے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ نہ ہوں تو دنیا کا ایک لمحہ آباد رہنا مشکل ہے۔ خداوند قدوس کی صفت عفو کا قرآن عزیز میں تین مقام پر ذکر ہے دو جگہ سورۂ شوریٰ میں اور ایک جگہ سورۂ نسا میں۔ جبکہ حلم کا ۹ مقام پر ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اخلاقی عظمتوں سے ہمکنار کرنے کے لئے سلسلہ نبوت کی آخری کڑی کے طور پر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کو انک لعلیٰ خلق عظیم کی قبا پہنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا اور ایک طرف آپ کو عملی حیثیت سے عفو و درگذر اور حلم و بردباری میں وہ مقام بخشا۔ کہ آپ مخلوق کو بخشی ہوئی تمام نعمتوں کی طرح اس نعمت میں بھی یکتا اور فرد فرید ہیں تو دوسری طرف وحی کے ذریعہ ان خصال و کمالات کے حصول کے لئے بندوں کو توجہ دلائی، ترغیب دی اور اس پر اجر و ثواب کے وعدے کئے سورۂ نساء کی آیت ۱۴۹ میں فرمایا۔ کسی کی برائی کو معاف کرو تو بے شک اللہ معاف کرنے والا اور قدرت والا ہے"۔ بقول صاحب ابن "حیان. انسان معاف کرتا ہے تو اس کی قدرت بہرحال کامل نہیں لیکن خدا ہی اپنی تمامتر قدرت کے باوجود جب معاف کرتا ہے تو بندوں کو بھی ایسا ہی چاہیئے"۔ اور اس سے تو یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ جب آپ قصورواروں کو معاف کریں گے تو خدا کی معافی کے مستحق ٹھہریں گے۔ جبکہ سورۂ نور (۲۲) میں اس کی تصریح ہے۔ ارشاد ہے:۔

"اور چاہیئے کہ وہ معاف کر دیں اور درگذر سے کام لیں کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا تم کو معاف کر دے وہ غفور و رحیم ہے"۔

اور پھر محض حالت اطمینان و سکون میں معافی کی ترغیب نہیں بلکہ شوریٰ کی آیت ۳۷ کے مطابق عین حالت غضب میں ایسا کرنا خدا کے مخلص بندوں کی شان بیان کی گئی اور سرکار دو عالم علیہ السلام نے فرمایا۔ اذا قَدَرْتَ عَلٰى عَدُوِّكَ فَاجْعَلِ الْعَفْوَ شُكْرًا لِلْقُدْرَةِ کہ دشمن پر جب تمہیں قدرت حاصل ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی اس قدرت کا شکریہ معافی کی شکل میں ادا کرو اور اسی سے ملتا جلتا مضمون اس حدیث کا ہے جس میں ارشاد ہے کہ پہلوانی کسی کو پچھاڑنا نہیں بلکہ

پہلوانی تو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو پانا ہے۔ ذاتی غیظ و غضب کا معاملہ تو کسی قدر آسان تھا۔ الاعراف کی جو آیت ابتدا میں تلاوت کی گئی وہ تو مذہبی اختلافات کے وقت دشمنان دین کی کج بحثی، ہٹ دھرمی اور ضد و عناد سے متعلق ہے۔ کہ "اے پیغمبر! ان کے معاملہ میں درگذر کا شیوہ اختیار کریں اور لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتے رہیں اور رہ گئے جاہل تو ان سے کنارہ کشی اختیار فرمائیں"۔ حتیٰ کہ ایک قدم آگے بڑھے تو المومنون ۹۶ میں برائی کا دفعیہ بھلائی اور حسن سلوک سے کرنے کا حکم دیا۔ اور جو لوگ مذہبی اشتعال انگیزی میں اس حد تک آگے بڑھ جاتے ہیں کہ جماعت حقہ کے افراد کو توڑنے کی جد و جہد کرتے ہیں ان تک کے متعلق البقرہ ۱۰۹ میں فرما دیا۔ فاعفوا و اصفحوا حتیٰ یاتی اللہ بامرہ کہ خدا کا حکم صادر ہونے تک عفو و درگذر سے کام لیں" اور قرآن عزیز کی بتلائی ہوئی بنیادی حقیقتوں پر جو لوگ ایمان نہیں رکھتے ان تک کے متعلق سورۂ جاثیہ (۱۴) میں فرما دیا کہ انہیں معاف کر دیں (کیونکہ ظاہر ہے کہ زبردستی تو کی نہیں جا سکتی) ہاں جب سب خدا کی طرف پلٹیں گے تو اچھے کو اچھا بدلہ اور برے کو برا بدلہ مل کر رہے گا۔

سورۂ نور کی وہ آیات جو حضرت اُمّ المومنین صدیقہ کائنات حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا و رضوانہ کی عفت و پاکدامنی سے متعلق نازل ہوئیں۔ ان میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیحت ہوتی ہے کہ مسطح نے عزیزداری کے باوجود اس ہنگامہ میں حصہ لیا تو یقیناً برا کیا لیکن آپ کے فضل و کمال کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا جو روزینہ آپ نے مقرر کر رکھا ہے وہ جاری رہے اور مناسب ہے کہ اس کا قصور معاف ہو اور اس سے درگذر سے کام لیا جائے۔

اندازہ فرمائیں کہ عزت و آبرو پر حملہ کی سنگین شکل کے باوجود خدائے بزرگ و برتر عفو و درگذر کی تعلیم دیتے ہیں جو عنداللہ اس صفت کی خوبی کا ثبوت ہے۔

آل عمران (۱۳۴) میں اہل تقویٰ کی دو خوبیوں یعنی راہِ خدا میں مسلسل دینا اور دوسروں کو معاف کر دینے کا ذکر ہے تو اس پر دو ہی نعمتوں کا ذکر ہے یعنی مغفرت اور وسیع تر جنّت — تاہم عفو و درگذر کی اس اخلاقی تعلیم میں قوت و قدرت کا عنصر شامل رہنا ازبس ضروری ہے ورنہ پھر سراسر کمزوری ہو گی۔

پیغمبر اسلام نے نعمت قدرت کا شکریہ بصورت معافی ادا کرنے کی تلقین کی اور سورہ شوریٰ (۳۹) میں اللہ تعالیٰ نے واجبی بدلہ تک کو جائز قرار دے دیا —— علماء اخلاق نے اس کا فرق یوں واضح کیا کہ برائی کا بدلہ جائز حد تک یہ تو جماعتی قانون ہے۔ رہ گئے افراد تو ان کا اخلاقی کمال عفو و درگذر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص باوجود اشتعال اپنے آپ کو روکتا ہے اس کے متعلق فرمایا کہ اس نے بڑی ہی ہمت کا کام انجام دیا۔ اور سورۂ سجدہ (۳۴) میں اس کی تاثیر یوں ذکر کی کہ اس کے نتیجہ میں دشمنی دوستی میں بدل جاتی ہے گی۔

ترجمان القرآن، حبرالامت، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسی آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ:۔

"اس میں اہل ایمان کو غیظ و غضب میں صبر کا، نادانی و جہالت کے وقت حلم و بردباری کا اور برائی کے مقابلہ میں عفو و درگذر کا حکم دیا ہے اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ انہیں شیطان کے اثر سے بچائیگا"۔

حضور علیہ السلام نے حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ غلام کو تادیباً مار رہے ہیں تو اس سے

آپ نے سماعت فرمایا کہ

روکا — ایک صاحب نے اپنے خادم کے قصوروں پر معافی کا پوچھا کہ کے بار معاف کروں۔ تو فرمایا ستّر بار۔ اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں، کہ عفو و درگذر سے ان کا رعب و دبدبہ خاک میں مل جائے گا۔ انہیں محسوس کرنا چاہئے کہ بدلہ و انتقام میں وقتی تسکین تو ہے لیکن عزّت و شرافت کا حصول نہیں، یہ نعمت میسّر آتی ہے تو اسی عفو و درگذر سے، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم فرماتے ہیں وما زاد اللہ رجلا بعفوٍ الا عِزّا۔

حلم و بردباری کا آپ نے سن لیا کہ خدا نے اس کو اپنی صفت کے طور پر بار بار ذکر کیا ہے — اور صاحب ادب الدّنیا والدّین نے ص۱۴۳ پر لکھا من حلم ساد و من تفھّم ازداد جس میں حلم ہے وہ سردار ہے جس میں فہم حاصل کرنے کا شوق ہے اس میں سمجھ بڑھنے کی راہ کھل جاتی ہے اور ادبا کا قول ہے من غرس شجرۃ الحلم اجتنیٰ ثمرۃ جس نے حلم کا درخت بویا اس نے سلامتی کا پھل پایا — اور ایک اہل علم نے لکھا ہے کہ "حلم ایسی فضیلت ہے کہ جو انسان کے کمال عقل غلبہ فرزانگی اور قوت غضب کے مقہور و مغلوب ہونے پر دلالت کرتی ہے"۔

جو لوگ قوموں کی قیادت کے منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ ان کا اس صفت میں زیادہ باکمال ہونا ضروری ہے کہ انہیں ہر وقت لوگوں کی جہالت و نادانی سے پالا پڑتا ہے اس لئے علماء اخلاق نے جہلا پر رحم کھانا، طاقت کے باوجود معاف کرنا برائی کے مقابلہ میں اپنے کو بلند رکھنا، مزورۃ برائی کرنے والوں کو حقیر سمجھنا، جواب الجواب سے شرم کھانا، برائی کا قلع قمع کرنا، ترکی بہ ترکی جواب میں اخروی سزا کا خوف کھانا، واجب الاحترام کی حرمت اور منعم کے احسانات کا لحاظ رکھنا، بدگوئی کے مقابلہ میں خفیہ تدبیر کا سوچنا، ان چیزوں کو اسباب حلم میں شمار کیا ہے اور خدا نے محمد کریم علیہ السلام کے جدّ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس صفت میں خوبی و امتیاز کو سورۂ توبہ اور ہودؑ میں ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ سورۂ صافات میں آپؐ کے جد محترم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بھی اس خوبی سے یاد فرمایا اور سرکار دو عالم علیہ السلام نے ایک صاحب کو فرمایا تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو خدا کو پسند ہیں حلم اور جلدبازی نہ کرنا۔ ایک شخص نے بار بار نصیحت کی درخواست کی تو اسے غصہ سے احتراز کی نصیحت کی — ایک صاحب نے اپنے رشتہ داروں کی شکایت کی کہ میں ملتا ہوں وہ کاٹتے ہیں، میں بھلائی کرتا ہوں وہ بدی کرتے ہیں وہ جہالت کا برتاؤ کرتے ہیں، میں تحمل سے کام لیتا ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا اگر ایسا ہے تو جب تک تم ایسا کرتے رہوگے خدا تمہاری امداد کرتا رہے گا۔

عفو و درگذر کے معاملہ میں قرآن و سنت کی اس تعلیم کا عملی نمونہ خود آپؐ کی ذات مبارکہ تھی۔ مکہ میں ہونے والی زیادتیاں، طائف میں برسنے والے پتھر، احد میں زخمی ہونے والی پیشانی، مدینہ میں منافقین و یہود کی ریشہ دوانیاں سب اپنی جگہ موجود ہیں اور پھر تلاش کریں کہ کبھی کسی سے بدلہ لیا ہو؟ اپنوں اور غیروں کی گواہی یکساں ہوگی اور فتح مکّہ کا انقلاب انگیز واقعہ سب سے بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے پناہ قدرت و وسائل کی فراوانی کے باوجود معافی و درگذر کا اعلان کرکے آپ نے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور کل اور آج کے نام نہاد قائدین و مصلحین کو متنبہ کر دیا کہ قائد و مصلح کا کمال عفو و حلم ہے۔ مار دھاڑ نہیں کیونکہ عفو و حلم سے دل جیت جاتے ہیں اور اس کے برعکس وقتی طور پر تو خوف و ہراس کی فضا قائم کرکے کام نکالا جا سکتا ہے لیکن انجام ایسے انقلابات کی شکل میں آتا ہے جس کے نتیجہ میں تباہی چار سو پھیل کر معاشرہ کو غارت کر دیتی ہے — اس لئے

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

مولانا بشیر احمد قادری، مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیروالی

آپ عالم ربانی، امام یزدانی، عابد و زاہد، ثقہ و حجۃ، شیخ جلیل فاضل نبیل اور صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔ امام ذہبیؒ نے آپ کو درج ذیل شاندار الفاظ سے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

الامام القدوۃ، شیخ الاسلام ابوعلی التمیمی الیربوعی المروزی شیخ الحرم (تذکرہ ص۲۴۵ ج ۱)

"ابو علی تمیمی یربوعی مروزی (فضیل بن عیاض) امام، مقتدا، شیخ الاسلام اور شیخ الحرم تھے"۔

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں آپ سے حضرت عبداللہؒ بن مبارک، امام یحییٰؒ القطان، امام قعنبیؒ، امام شافعیؒ، اسدؒ بن موسیٰ، قتیبہؒ، بشر الحافیؒ، مسددؒ، یحییٰ بن یحییٰ تمیمیؒ۔ احمدؒ بن مقدام اور بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے۔ آپ مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ عالم ربانی اور امام صمدانی تھے اور آپ بڑے عابد و زاہد، بڑے ثقہ اور ثبت اور بہت بڑی شان کے مالک تھے۔ (تذکرہ ص۲۴۵ ج ۱)

آپ کے بارے میں امیرالمومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک اپنے جذبات و تاثرات بدیں الفاظ ظاہر فرماتے ہیں:۔

قال ابن المبارک ما بقی علیٰ ظھر الارض افضل من الفضیل (تذکرہ ص۲۴۶ ج ۱)

"امام عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ تمام روئے زمین پر فضیل بن عیاض سے کوئی افضل و برتر شخص باقی نہیں رہا"۔

امام ابن سعدؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپ ثقہ، بڑے متبحر عالم، عابد و زاہد اور کثیرالحدیث تھے۔

امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ اور مامون تھے۔

امام شریکؒ فرماتے ہیں کہ ہر قوم کے لئے ان کے زمانہ میں کوئی نہ کوئی حجّت ہوتی ہے۔ بے شک فضیلؒ بن عیاض اپنے اہل زمانہ کے لئے حجّت ہیں۔

ابراہیمؒ بن اشعث فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان بن عیینہ کو دو دفعہ حضرت فضیل بن عیاض کے ہاتھ چومتے ہوئے دیکھا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ص۲۴۶ ج ۱)

اقوال و ارشادات

۱۔ ہر شے کی زکوٰۃ ہے اور عقل کی زکوٰۃ طوالتِ غم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ مغموم و محزون اور رنجیدہ رہا کرتے تھے۔

۲۔ جو شخص حق تعالےٰ سے ڈرتا ہے کائنات کی تمام اشیاء اس سے ڈرتی ہیں — اور جو حق تعالےٰ سے خوفزدہ اور لرزہ براندام نہیں ہے۔ دنیا کی کوئی شے اس سے نہیں ڈرتی۔

۳۔ ایک شخص خدمتِ والدین حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے نصیحت فرمائیں۔ ارشاد فرمایا کیا تمہارے والد حیات ہیں کہا کہ وہ تو فوت ہو گئے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ جو شخص والد کی ہلاکت کے بعد بھی وعظ و نصیحت کا محتاج ہو اس کو کوئی نصیحت کارگر نہیں ہو سکتی۔

۔ ارشاد فرمایا، شخص جب

انسان سے چار چیزوں میں سے ایک چیز حاصل کر لیتا ہے تو کہتا ہے مجھے اور کی ضرورت نہیں۔ اوّل اس کا تکبر کرنا، دوم اپنے اعمالِ حسنہ کو زیادہ سمجھنا، سوم اپنے گناہوں کو بھول جانا۔ چہارم پیٹ بھر کر کھانا کہ یہ سب کی اساس اور جڑ ہے۔ کیونکہ باقی تینوں چیزیں اسی سے متولّد ہوتی ہیں۔

۵۔ اگر انسان چالیس سال کی عمر کو پہنچ کر بھی گناہ نہ چھوڑے اور اپنے تمرد و سرکشی سے باز نہ آئے تو شیطان اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا ہے کہ نجات نہ پانے دے چہرہ پر میں فدا ہوں۔

۶۔ جس کا غصہ زیادہ ہے، اس کے دوست کم ہیں۔ جس نے بدمعاشی پر انعام کیا اس نے اس کی بدمعاشی کی امداد کی۔ جس نے کسی سے سوال کیا اس نے ذلّت اٹھائی۔ جس نے بے عمل سے علم سیکھا اس نے جہالت کو ترقی دی جس نے بے وقوف کو علم پڑھایا، اس نے بے فائدہ عمر ضائع کی۔ جس نے ناشکرگزار پر احسان کیا اس نے اپنی نیکی ضائع کر لی۔

۷۔ سچّی دوستی کی یہ علامت ہے کہ دوست کی عزت اس کی مفلسی کی حالت میں اس کی تونگری سے بڑھ کر کرے۔ کیونکہ افلاس تونگری سے افضل ہے۔ لہٰذا مفلس و نادار بھی اپنے مقام و مرتبہ کے سے اکرام و اعزاز کا زیادہ حقدار ہے۔

۸۔ فرماتے جو کسی ریاکار کو دیکھنا چاہے مجھے دیکھ لے پھر ہاتھ سے داڑھی پکڑ کر روتے اور کہتے اے فضیل! جوانی میں تو فاسق تھا اور پیری میں تُو ریاکار ہو گیا ہے واللہ فسق ریاکاری سے بدرجہا بہتر ہے کہ اس کی خرابی ظاہر ہے۔ اور اس کی خرابی پوشیدہ ہے۔

۹۔ ہارون الرشید کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ اگر تُو نجات چاہتا ہے تو رعایا کے ضعیف العمر انسانوں کو اپنا باپ، جوانوں کو اپنا بھائی، چھوٹوں کو اپنا فرزند اور عورتوں کو ماں بہن سمجھ۔ اور ان سے اس طرح معاملہ کر جیسے اپنے ماں باپ اور بھائی بہن سے معاملہ کرتا ہے۔

۱۰۔ خلیفہ ہارون الرشید کو پند و نصیحت سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ اگر تیری تمام سلطنت میں کسی ایک رات کوئی مفلس و تنگدست اور غریب و نادار بڑھیا بھوکی سوئی تو قیامت کے دن وہ تیرا دامن پکڑے گی اور تجھ سے جھگڑا کرے گی۔ اس گرانباری اور اپنی لاچاری پر نظر رکھ۔

تلک عشرۃٌ کاملۃٌ۔

بقیہ: دنیا ارسلناک ....

گیا، اس میں ایک نئی قوت، نیا حوصلہ، نئی شجاعت اور نئی وحدت پیدا ہوئی، اس نے صرف خدا کو کارسازِ حقیقی، حاجت روائے مطلق اور نافع و ضار (نفع پہنچانے والا اور نقصان پہنچانے والا) سمجھنا شروع کیا، اس نئی دریافت اور یافت سے اس کی دنیا بدل گئی، وہ ہر قسم کی غلامی و عبودیت اور ہر طرح کے بے جا خوف و رجا اور ہر طرح کے تشتت و انتشار سے محفوظ ہو گیا، اس کو کثرت میں وحدت نظر آنے لگی، وہ اپنے کو ساری مخلوقات سے افضل، ساری دنیا کا سردار و منتظم اور صرف خدا کا محکوم اور فرمانبردار سمجھنے لگا، اس کا لازمی نتیجہ انسانی عظمت و شرف کا قیام تھا جس سے پوری دنیا محروم ہو چکی تھی۔

بعثت محمدی کے بعد ہر طرف سے اس عقیدۂ توحید کی (جس سے زیادہ مظلوم و مجہول کوئی عقیدہ نہ تھا) صدائے بازگشت آنے لگی، دنیا کے سارے فلسفوں اور افکار و خیالات پر اس کا کم و بیش اثر پڑا، وہ بڑے بڑے مذاہب جن کے رگ و ریشہ میں شرک اور تعددِ آلہہ (متعدد خداؤں اور معبودوں) کا عقیدہ رس بس گیا تھا، کسی نہ کسی لَے میں یہ اعلان کرنے پر مجبور ہوئے کہ خدا ایک ہے، وہ اپنے مشرکانہ

(باقی)

تحریکِ نماز

ہماری مسجدیں صداقت کی مضطرب نمازوں کے لئے تڑپ رہی ہیں

تحریر ــــ سید عطاء الرحمٰن جعفری بی اے (آنرز)

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْکَرِ۔

انسان پیدا ہو کر ایک دن فنا ہو جائے گا۔ اِس کا مرافعہ داورِ منصف کے سامنے پیش ہوگا۔ سزا و جزا کے مراحل طے کرنے پڑیں گے۔ میزانِ عمل سے سابقہ ہوگا۔ اس انسان کو چاہئے کہ دنیا میں احکامِ الٰہی کی تعمیل و تکمیل میں کماحقہٗ جد و جہد کرے۔ معرفتِ الٰہی اور قربِ الٰہی حاصل کرنے میں اپنی تمام کوششیں صرف کر دے۔

اسلام میں نماز روزہ حج زکوٰۃ اور بہت سی ایسی عبادتیں ہیں جو انسان کو خدا سے قرب عطا کر دیتی ہیں۔ ہماری شریعتِ مقدسہ میں نماز بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ نماز رضائے الٰہی کا عظیم رکن اور اسلام کا فرضِ اولین ہے قرآنِ حکیم ہدایاتِ نماز سے مزین ہے۔

نمازیں دنیا کی عبادات میں غور کش ہیں۔ وہ خدا سے تعلقات پیدا کرنے کا کیمیاوی نسخہ ہیں۔ نمازیں اللہ کی اطاعت کا اقرار اور قرآنی احکامات کی تعمیل کا وعدہ ہیں۔ مسلمان اِس کائنات کے پروردگار کے حضور میں گردن جھکا۔ اے مغرور انسان دیکھ یہ دنیا وسیع نظام کائنات میں ایک ذرۂ خاک ہے۔ اور اس ذرۂ خاک میں تیری حیثیت کیا ہے۔ ایک قطرہ تیری ابتدا اور خاک مذلت تیری انتہا۔ اِس پر بھی غرور، تیری عقل پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔

عمر بریں عقل و دانش بباید گریست

اے مسلمان مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن کی دردناک تفسیر کو سمجھ۔ جس نے اپنے اعمال کی آج اصلاح کر لی وہ کل سرخ رو ہوگا۔ وہ جو دنیا میں انند کے تار ہلا ہلا کر اطمینان کے نغمے گا رہے ہیں۔ وہ سمجھ لیں کہ زندگی کا ساز جلد خاموش ہونے والا ہے۔ پھر اسرافیلی مرلیا باجے گی۔ جس کی اضطراب انگیز آواز سن کر انسان نہ صرف راگ رنگ بھولیں گے۔ بلکہ ماہیانِ آب و طائرانِ ہوا بھی بیتاب ہو جائیں گے۔ جائزہ لو کہ اس کا کیا سامان کیا ہے۔

نماز کا سلسلہ تو دورِ قدیم سے چلا آیا ہے۔ لیکن سرورِ دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضیلت معراج سے مشرف ہونے کے وقت سے اسلام میں نماز فرض ہوئی ہے۔ چنانچہ باری تعالےٰ نے سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا۔

"آفتاب کے ڈھلنے کے وقت (ظہر، عصر، مغرب) سے رات کے اندھیرے (عشاء) تک نمازیں پڑھا کرو اور صبح کی نماز اور رات کے ایک حصہ میں تہجد پڑھا کرو یہ تمہارے لئے نفل ہے۔ تعجب نہیں کہ تمہارا رب تمہیں مقامِ محمود میں پہنچا دے۔"

زرتشت وغیرہ کے زمانے میں آفتاب پرستی ہوتی تھی۔ اور اسفندیار بادشاہِ توران نے اس کو عام طور پر شاہانہ طاقت سے فروغ دیا تھا۔ آفتاب کی پرستش روشنی کے ظہور و کمال کے اوقات میں کی جاتی تھی۔ اسی لئے اسلام نے طلوعِ آفتاب سے لے کر نصف النہار تک کوئی نماز فرض نہیں کی۔ بلکہ اس کے برعکس زوال کے بعد سے اوقاتِ نماز مقرر کئے ہیں۔ آفتاب کے انحطاط کی پہلی منزل سمتِ راس سے ڈھلنے کی ہے اُس وقت نمازِ ظہر کا وقت مقرر کیا ہے۔ دوسری منزل برابر کی نگاہ سے آفتاب کے نیچے اترنے کی ہے۔ اُس وقت عصر کی نماز کا وقت مقرر کیا ہے۔ تیسری منزل اُفق سے آفتاب کے نیچے جانے کی ہے۔ اس وقت نمازِ مغرب کا وقت مقرر کیا ہے۔ اس کے بعد آفتاب کے بقیۃ الوجود شفق کے نیست و نابود ہو جانے پر نماز عشاء کا وقت مقرر کیا ہے۔ اور چونکہ آتش پرست آفتاب کے علاوہ ستاروں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اس لئے صبح کی نماز کا وقت ستاروں کی روشنی کے زوال و انحطاط کے وقت مقرر کیا ہے۔

نماز پنجگانہ کے تعینِ اوقات کا یہ بھی ایک راز ہے۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں ہو سکتی ہیں۔ جن میں سے کچھ مصلحتوں کو علمائے حق نے بیان فرمایا ہے اس کا صحیح علم تو ربّ العزت کو ہی حاصل

ہے۔ نماز کی مصلحتیں جس قدر بھی ہوں۔ اور ان میں سے کچھ معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ نماز ایک اہم فرض ہے۔ اور دین کا ستون ہے اور ہر وہ شخص جو کلمۂ اسلام کا قائل ہے۔ نماز پڑھنے کا پابند ہے۔ اور اُسے فرائض پنجگانہ تمام آداب کے ساتھ مسجد میں باجماعت ادا کرنے چاہئیں۔ اگر اسلام کا دعویدار ہو کر بھی کوئی شخص نماز سے غفلت برتتا ہے۔ اور فرائض پنجگانہ ادا کرنے سے پہلوتہی کرتا ہے۔ تو اس غفلت اور سستی کے لئے اُس سے سخت باز پرس کی جائے گی۔

نماز پڑھنے سے موت کا خوف کم ہو جاتا ہے۔ ایثار اور قربانی کا جذبہ بڑھ جاتا ہے۔ نماز گناہوں کی آگ کو جو دھیرے دھیرے دل کو جلانے کا گن رکھتی ہے نماز چپکے اس پر پانی ڈال کر آہستہ آہستہ بجھا دیتی ہے۔ نماز دوزخ کی آگ سے بچنے کا واحد ڈھنگ ہے۔ نماز دل میں اطمینان کی ٹھنڈک پیدا کرتی ہے۔ جس سے بدی کرنے کا جوش فرو ہوتا ہے۔

ہمارے پیغمبر حق کا جب وہ وقت آ گیا۔ جب آقا کے حکم کی تعمیل کرنے اور اس کی دائمی خوشی کا انعام پانے جا رہے تھے۔ تو حضورؐ نے حجرہ سے جھانک کر صحابہ کو قطار اندر قطار مصروفِ نماز پا کر اطمینان فرمایا ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اے مسلمان تڑپ تڑپ کر اُس قدرت والے کے حضور میں سجدہ ریز ہو جا۔ اور

اُس کے احکام کی پیروی کر۔ نفسِ شیطان پر قابو پانے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ بندہ کامل طور پر اپنے آپ کو غالب خدا کے حوالے کر دے۔ اور طاقت اور قدرت والے اللہ کے دامن میں پناہ ڈھونڈے۔ جب کوئی سچے دل سے خدا کے حضور میں سجدہ ریز ہوتا ہے۔ تو رخ سے پردۂ انوار کھل جاتا ہے۔ باغ میں پھر بہار آتی ہے۔ قلب پھر نور اور دماغ سرور سے بھر جاتا ہے۔ جب ہر وقت سر سجدہ ریز رہے گا۔ تو عجیب حال ہوتا ہے کہ دل مسرتوں سے رنگین و گلزار ہے۔ لیکن آنکھیں ساون کی طرح آنسوؤں کا مینہ برساتی ہیں۔ ایسے میں دل کی کیفیت کی یہ شعر عکاسی کرتا ہے۔

؎ کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپتے ہیں مری اک جبینِ نیاز پر

مسلمان قوم کے لئے صرف ایک ہی راہِ نجات ہے۔ اور وہ ہے توبہ۔ تمام قوتوں کے ساتھ خدا کے آگے جھک جاؤ۔ اس کے آگے اس طرح گرو۔ اس طرح تڑپو۔ اس قدر آنسو بہاؤ کہ اُسے تم پر پیار آ جائے۔ اور وہ پہلے کی طرح پھر تمہیں گود میں اٹھا لے۔ اور وہ تمہیں سب کچھ دے دے۔ جو اُس نے تمہیں پہلے عطا فرمایا تھا۔ تم نے غفلت کو خوب آزما لیا۔ تم نے نافرمانیوں کی صدیوں کی کڑواہٹ چکھی۔ تم نے دیکھ لیا کہ ایک خدا کی چوکھٹ سے تم نے سرکشی کی۔ تو کس طرح تم سے تمام دنیا روٹھ گئی۔ آؤ پھر اُسی خدا سے کبھی نہ

جڑ جائیں۔ جس سے کٹ کر ذلت و نامرادی اور ٹھوکروں کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔

اگر تم محبت کے بھوکے ہو تو "الرحمٰن الرحیم" سے بڑھ کر اور کون ہے۔ جس کے عشق میں تم اسے چھوڑ رہے ہو۔ اگر تم رزق کے بھوکے ہو تو رب العالمین سے بڑھ کر اور کون ہے جس کے خزانوں کے لالچ نے تم کو متوالا کر دیا ہے۔ اگر تم اپنی محنت کی مزدوری مانگتے ہو تو مالک "یوم الدین" سے بڑھ کر اور کون مل گیا ہے جو تمہیں بدلہ دے گا۔

<u>تمہاری مسجدیں تڑپ رہی ہیں۔ کہ صداقت کی مضطرب نمازیں انہیں نصیب ہوں</u>۔ تمہارا خدا محض تمہارے کھڑے رہنے اور بے ذوق رکوع و سجود کا بھوکا نہیں۔ اگر صرف پاؤں پر کھڑا رہنا ہی عبادت ہوتا۔ تو تم جنگل کے درختوں سے زیادہ کھڑے نہیں رہ سکتے۔ بے روح نمازیں چارپاؤں کی طرح کھڑا رہنے کی مترادف ہیں۔

"اُن نمازیوں پر افسوس ہے، جنہیں یہ خبر نہیں کہ ہم اپنی نمازوں میں کیا کرتے ہیں۔" (۱۰۷-۵)

خدا کا منشا اور رسول کی توقعات یہ تھیں۔ کہ مسلمان دنیا کی برات کا دولہا بنے گا۔ اور نیکی کی دلہن بیاہ کر لائے گا خلوص اور قربانی کے باعث بنی نوع انسان کا سردار ہو گا۔

پاکباز لوگوں کو مخلص بنانے کے لئے اسلام نے نماز کا نسخہ بتلایا ہے۔ نمازیں خدا سے تعلق پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ عبادت کے بغیر دل ویرانہ ہو جاتا

ہے۔ دولت، شہرت اور عیش چند روزہ زندگی کی تباہ کن مصروفیتوں کے سوا کچھ نہیں۔ نمازیں حسنِ عمل پر آمادہ کرنے کا بہترین نسخہ ہیں۔ نمازیں کبھی دل شکستہ نہیں ہونے دیتیں بڑھاپے اور بیماری میں بھی ہمت کو جوان اور روح کو تندرست رکھتی ہیں۔ سچا نمازی مسلمان ہمیشہ نئی آنکھوں سے دنیا دیکھتا ہے۔ اور غریبی میں بھی امیری کرتا ہے جو نمازوں کو سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ وہ دین کی دولت اکٹھی کر لیتے ہیں۔ اُن کے اعمال عبادت کا جزو ہو جاتے ہیں۔ نماز حسنِ عبادت ہی نہیں بلکہ حسنِ عمل کی سب سے بڑی محرک ہے۔

سرمایۂ سعادتِ دنیا عبادت است
سرمایۂ کرامتِ عصا عبادت است

بقیہ : پالوا صاحب

نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور آخر میں شیخ الادب والفقہ مخدومنا المعظم مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے پورے مسودہ پر نظرِ ثانی کر کے اسے ہر اعتبار سے قابلِ اطمینان بنا دیا —— ابتدائی ایڈیشن کی ترتیب جداگانہ تھی۔ اب انہوں نے دس حصوں میں تقسیم کر کے عنوانات کے لحاظ سے الگ الگ حصوں کا اہتمام کر دیا ہے۔ ان کی تفصیل یوں ہے ایمان، اسلام، معاشرت، اقتصادیات، سیاست، سائنس، تصوف، تبلیغ، متفرق، قصص القرآن۔ ان میں سے چار حصے احقر کی نظر سے گذرے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ پالوا صاحب نے

کمال درجہ محنت سے ہر ہر عنوان پر تمام آیاتِ قرآنی کو جمع کر دیا ہے۔

میری تو خیر کیا بساط ہے جہاں مندرجہ بالا اکابر کے علاوہ مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا خواجہ احمد غزالی، مولانا فضل احمد کراچوی، مولانا محمد یوسف بنوری رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے حضرات کی رائیں اور دعائیں موجود ہوں وہاں کسی علمی خدمت کے مستند ہونے میں کیا شبہ ہے؟

بہر حال قوم کے یہ خاموش محسن ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں اور ہم دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی صحت و عمر میں برکت دے اور ملت کو اپنے محسنوں کو پہچاننے کی توفیق ——

موصوف سے رابطہ پالوا برادرس ناشران تسہیل القرآن، ۴۲ ایل بلاک ۲ پاکستان ایمپلائز ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی نمبر ۲۹ پر ہو سکتا ہے۔

بقیہ : معلم اخلاقؐ

صحیح اور درست طریقہ وہی ہے جس کی قرآن و سنت نے تعلیم دی اور جس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے عمل کر کے دنیا کو دکھایا —— سلام اس ذات اقدس پر جو مجسمہ حلم و عفو تھی۔

وما علینا الا البلاغ۔

عقیدوں کی تاویل پر مجبور ہوئے، اور ان کی ایسی فلسفیانہ تشریح کرنے لگے جس سے ان پر شرک و بدعت پرستی کا الزام نہ آئے، اور وہ اسلامی عقیدۂ توحید سے کچھ نہ کچھ ملتا ہوا نظر آئے، ان کو شرک کا اقرار کرنے میں شرم اور جھجک محسوس ہونے لگی اور سارے مشرکانہ نظام، فکر و اعتقاد احساس کمتری (INFERIORITY COMPLEX) میں مبتلا ہوئے، اس محسن اعظم کا احسان اعظم یہ ہے کہ اس نے توحید کی نعمت دنیا کو عطا کی۔

آپؐ کا دوسرا انقلاب آفریں اور عظیم احسان وحدت انسانی کا وہ تصور ہے، جو آپ نے دنیا کو عطا کیا، انسان قوموں اور برادریوں، ذات پات اور اعلیٰ ادنیٰ طبقوں میں بٹا ہوا تھا، اور ان کے درمیان انسانوں اور جانوروں، آقاؤں اور غلاموں اور عبد و معبود کا سافرق تھا، وحدت و مساوات کا کوئی تصور نہ تھا، آپؐ نے صدیوں کے بعد پہلی مرتبہ یہ انقلاب انگیز اور حیرت خیز اعلان فرمایا۔

ایها الناس ان ربکم واحدٌ وان اباکم واحدٌ کلکم لآدم وآدم من تراب، ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ولیس لعربی علی عجمی فضل الا بالتقویٰ (کنز العمال)

لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے تم سب اولادِ آدم ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے، اللہ کے نزدیک تم سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پاکباز ہے، کسی عربی

سید عبدالمجید ندیم

ایک چراغ اور بجھا

مولانا قاری سراج الدین مرحوم

ایک کم گو.. مگر روشن ضمیر درویش

مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن حمیدیہ، کلورکوٹ ضلع میانوالی کے ناظمِ اعلیٰ اور جمعیت علماءِ اسلام کے خاموش مگر پرجوش مجاہد حضرت مولانا قاری سراج الدین نے بھی رختِ سفر باندھ لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قاری صاحب موصوف قافلۂ اسلاف کے بچھڑے ہوئے راہی اور علماءِ حق کی درخشاں روایات کے امین تھے۔ مستقل مزاج، پختہ کار اور مدبر انسان تھے، رائے جچی تُلی، باتیں پُر اعتماد و دلنشین، خاموشی [illegible] اور اندازِ بیان سچائیوں کا پَرتو۔ سراپا فقر و استغنا شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت سید مدنیؒ کے فنائی [illegible] مرید تھے۔ قرآن کریم کی تدریس و اشاعت زندگی کا نصب العین رہا۔ نہایت ہی متین طبیعت و کم گو ہونے کے باوجود حیرت انگیز باخبر و روشن ضمیر۔ نظر بظاہر یُوں لگتا تھا کہ تعلیم و تدریس کے اس مسند نشین درویش کو دنیا کے نشیب و فراز اور قدیم و جدید قلابازیوں کا قطعاً کوئی علم نہ ہوگا.... مگر

اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے

۱۹۷۰ء کے انتخابی معرکے میں کچھ دن ان کی رفاقت رہی، وہ میانوالی کے حلقہ سے جمعیت کی طرف سے قومی اسمبلی کے امیدوار تھے، بے سرو سامانی کا یہ عالم کہ ذاتی سائیکل تک میسر نہیں۔ اور مقابلہ بے جاگیردار نواب زادوں سے مسلسل کئی دن اور راتیں باہم گذریں، اس رفاقت کے دوران قاری صاحب نے میرے دل پر انمٹ نقوش ثبت کئے جنہیں میں تا زندگی فراموش نہیں کرسکتا۔ برصغیر کے سیاسی مدوجزر پر گھنٹوں تبصرہ ہوتا، ان کی باتوں میں قدیم روایات کا بدیہی حسن اور جدید معلومات کا مواد ہوتا تھا۔ وہ جب سیاسی تجزیہ نگار کی حیثیت سے بولتے تو یُوں محسوس ہوتا جیسے کوئی منجھا ہوا سیاستدان ہے۔ جس کے [illegible] نظر کی گہرائیوں میں سالہا سال کے تجربات کا مواد روپوش تھا جو اُمنڈ آیا۔ وہ اپنے اکابر پر بعض گروہی عصبیت کے روگی عناصر کی الزام تراشیوں کا نہایت ہی مؤثر و مسکت جواب دیتے تھے۔ اگر میں انہیں حضرت شاہ ولی اللہ کے قافلۂ حریت کا وکیلِ صفائی کہوں تو بالکل صحیح ہوگا۔ تحریک پاکستان کے پس منظر میں اپنے شیخ سید مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے نقطۂ نظر کی وضاحت وہ یوں کیا کرتے تھے کہ برصغیر میں مسلمانوں کی سیاسی بالادستی اور صحیح معنوں اسلامی سلطنت کے قیام کے مقصد سے کسی کو اختلاف نہ تھا اگر اختلاف تھا تو طریقۂ کار اور اس وقت کی لیڈر شپ سے تھا۔ یہ عجیب اتفاق تھا کہ انگریز کے خاندانی وفاداروں کو تحریک پاکستان پر غلبہ و فیصلہ کُن برتری حاصل تھی جس کے ہوتے ہوئے یہ کھٹکا تھا کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی سلطنت میں آگے چل کر کہیں فرنگی مفادات کا تحفظ ہو اور مسلمانوں پر اسلام کے نام سے غیر اسلامی طرزِ حیات مسلط نہ کر دیا جائے۔

ورنہ جہاں تک اسلام کی بالادستی اور برصغیر میں مسلم قومیت کی بنیاد پر سلطنت کی تشکیل کا سوال ہے تو اس مقصد کے لئے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان اور علماءِ دیوبند کی قربانیوں سے برصغیر کا چپہ چپہ رنگین ہے، بالاکوٹ سے ۱۸۵۷ء تک کی تحریکِ حریت سلطنتِ اسلامیہ کے قیام کا سنگِ بنیاد ہی تو ہے۔ انگریز ہوں یا ہندو! ان دونوں اسلام دشمن قوتوں سے ٹکرانے اور مسلمانوں کی سیاسی و ذہنی آزادی کے لئے تاریخ ساز جدوجہد کرنے والے علماءِ دیوبند ہی تو ہیں۔ فرنگی آدم خور قیادت برصغیر میں اپنے نمک حلالوں میں جب "سر" "خان بہادر" اور "نوابی" کے سرٹیفکیٹ تقسیم کر رہے تھے اور اپنے وفاداروں میں جاگیریں تقسیم کرکے ان کے ضمیر کی قیمت ادا کر رہے تھے، تو جزائر انڈمان کی کال کوٹھڑیوں میں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اپنے قافلہ سمیت انگریز کی چشمِ غضب کا مقابلہ کرکے جیلوں میں سڑنے والے جنگوں میں لڑنے والے

(باقی ۲۶ پر)

یاد رفتگان

مولانا عبدالوحید صدیقی مرحوم

بھارت میں اُردو کے ممتاز اور مجاہد صفت صحافی

بھارت میں اردو صحافت ہمیشہ کے لئے ایک بے باک، بے خوف، بے لوث اور حق پرست صحافی سے محروم ہو گئی جب برصغیر کے ایک معمر اور سینئر صحافی مولانا عبدالوحید صدیقیؒ ۵ر اپریل کو انتقال کر گئے۔ مولانا کی وفات کے ساتھ اردو صحافت کے ایک پورے دَور کا خاتمہ ہو گیا۔ وہ صرف ایک صحافی ہی نہیں تحریک آزادی میں حصّہ لینے والے ایک باعمل مجاہد بھی تھے۔ انہوں نے اپنے قلم کو نیزہ بنا کر انگریزوں کے خلاف جنگ کی۔ اور آزادی کے بعد جب بھارت کے مسلمان احساس کمتری میں مبتلا ہو کر مایوسی کے ویرانے سے جا لگے تو اس وقت مولانا ہی کی شخصیت تھی جس نے بھارتی مسلمانوں میں پھیلی ہوئی مایوسی کے خلاف جہاد کیا۔

مولانا عبدالوحید صدیقی کا وطن غازی پور ہے جہاں ان کی ولادت ۱۸۹۷ء میں ہوئی۔ ان کے والد عبدالعزیز صدیقی مرحوم پولیس انسپکٹر تھے۔ ان کے والد انہیں اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلینڈ بھیجنا چاہتے تھے لیکن ۱۵ سال کی عمر میں اچانک انتقال کر گئے جس سے گھر کی ذمہ داریوں کا بوجھ مولانا کے کندھوں پر آپڑا۔ اس کے بعد انہوں نے محکمہ نہر میں ملازمت کر لی۔ لیکن اپنی طبیعت سے مجبور ہو کر جلد ہی انگریزوں کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور تحریک خلافت میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے بھیمڑی (ضلع تھانہ) کی انجمن اسلامیہ کے سکول میں مدرسی کا پیشہ بھی اختیار کیا۔ اور یہیں سے انہیں دینی تعلیم کی لگن ہوئی۔ دینی تعلیم کا شوق انہیں مظاہر العلوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند تک لے گیا۔ یہاں بھی ان کی سیاسی سرگرمیاں جاری رہیں۔

مولانا کو شروع ہی سے جگہ جگہ تعلیمی انجمنیں قائم کرنے کا شوق تھا۔ وہ جس گاؤں، ضلع یا شہر میں جاتے، وہاں ایک تعلیمی انجمن ضرور قائم کروا دیتے۔ دارالعلوم میں بھی انہوں نے لجنۃ الاتحاد کے نام سے طلبا کی ایک تنظیم قائم کی جو غالباً کسی دینی ادارے میں قائم ہونے والی پہلی سٹوڈنٹس یونین تھی۔ صحافت کا آغاز بھی مولانا نے دارالعلوم سے ہی اس وقت کیا جب انہوں نے طلبہ کی ترجمانی کے لئے اپنا پہلا اخبار "جہاد" نکالا۔ اس تحریک کے نتیجے میں ہی دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ اور طلبہ کی ہجرت سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی بنیاد پڑی۔

جمعیۃ العلماء ہند کے اخبار الجمعیۃ کے ڈیٹر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے استعفا دے دیا تو مولانا احمد سعید [illegible] مولانا نے پہلے الجمعیۃ کی [illegible] اور پھر اس کے مدیر رہے۔ اس کے ساتھ انہوں نے ایک ماہنامہ بھی جاری کیا لیکن دارالعلوم دیوبند کی آواز پر انہیں پھر دیوبند جانا پڑا۔ ان دنوں دارالعلوم کی مالی حالت بہت خراب تھی، للٰذا انہوں نے اس وقت کے مہتمم اور اپنے استاد محترم علامہ شبیر احمد عثمانیؒ صدر مدرس مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا قاری محمد طیب کے ایما پر دارالعلوم کی مالی حالت کو بہتر بنانے کے لئے شعبۂ تنظیم و ترقی اور مجلس ابنائے قدیم کی بنیاد رکھی۔ وہ ان شعبوں کے ناظم مقرر ہوئے یہ شعبے آج تک قائم ہیں اور دارالعلوم کی بڑی خدمت کر رہے ہیں۔

۱۹۴۷ء کے زمانے میں بڑی نفسا نفسی تھی اور بھارت کے مسلمانوں میں عام مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔ جمعیۃ العلماء کا اخبار انگریز حکومت کے قہر کا شکار ہو کر بند ہو چکا تھا اور آزادی کے بعد جب اسے دوبارہ جاری کیا گیا تھا، تو اس کی انتظامی حالت بڑی خراب تھی۔ اس موقع پر اپنے دیرینہ رفیق مولانا حفظ الرحمٰن کے اصرار پر مولانا "الجمعیۃ" کی حالت سدھارنے میں لگ گئے۔ لیکن الجمعیۃ ایک تنظیمی اخبار تھا اور مولانا کو اپنی ذات اور خیالات کو محدود رکھنا پڑتا تھا۔ لہٰذا انہوں نے خود اپنے پیسے اخبار "نئی دنیا" کی بنیاد ڈالی جس نے بے باک اور نئے رنگ صحافت کا ایک معیار قائم کیا۔ "نئی دنیا" آزاد بھارت کا وہ واحد اخبار تھا جس کی اشاعت سے قبل ایک ہزار روپے کی ضمانت طلب کی گئی اور جس کے خلاف [illegible] سے انہوں نے احتجاج کیا اور آخرکار حکومت کو مجبور ہو کر یہ ضمانت واپس کرنا پڑی۔ نئی دنیا کے ساتھ ساتھ مولانا نے روزنامہ "ہمت" اور روزنامہ "طاقت" بھی نکالے۔

(باقی ۲۶ پر)

مرتب: ظہیر میر

شب و روز

۸۔جنوری بروز جمعۃ المبارک کو حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالیہ نے جمعۃ المبارک کی نماز پڑھائی۔ خطبہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ کے بعد لوگوں کے مسائل سن کر ہدایات دیں۔ اسی روز بعد نماز عشا مدرسہ عثمانیہ تعلیم القرآن مسجد جی بلاک وحدت روڈ میں ۔۔۔ سیرت کانفرنس سے مولانا محمد اجمل قادری صاحب نے خطاب فرمایا۔

۹۔جنوری بروز ہفتہ بعد نماز عشاء گرین ٹاؤن میں مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ اس مجلس ذکر میں راولپنڈی سے حضرت اقدس کے خادم خاص حضرت مولانا صوفی یونس صاحب مدظلہ العالی نے بھی شرکت فرمائی۔ مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب اور حضرت مولانا صوفی محمد یونس صاحب نے مل کر مجلس ذکر منعقد کرائی۔ مجلس ذکر کے بعد ایک جلسہ عام سے مولانا صوفی یونس صاحب اور مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب مدظلہ نے خطاب فرمایا۔ اس مسجد کے خطیب مولانا محمد اسلم صاحب بڑے پُرخلوص اور نیک سیرت آدمی ہیں۔ موصوف کی کوششوں اور کاوشوں سے یہاں اہل حق کے ساتھ لوگوں کی وابستگی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو دین و دنیا کی سرفرازیوں سے نوازے۔ اسی روز نماز عصر کے بعد گوجرانوالہ سے میاں رحمت صاحب نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت اقدس سے ملاقات کی۔

۱۰۔جنوری بروز اتوار نظام العلماء پاکستان ضلع لاہور کے زیر اہتمام جامع مسجد شیرانوالہ لاہور میں ایک عظیم الشان سیرت کانفرنس منعقد ہوئی۔ نماز عشا کے بعد حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب اور نظام العلماء ضلع لاہور کے امیر حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی صاحب نے خطاب فرمایا۔

۱۱۔جنوری بروز پیر نظام العلماء کے زیر اہتمام اسی سیرت کانفرنس کے ایک عظیم الشان اجتماع کی صدارت حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالیہ نے فرمائی۔ حضرت اقدس نے اس اجتماع خیر و برکت سے خطاب فرماتے ہوئے سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ اس جلسہ سے حضرت مولانا قاری حنیف صاحب ملتانی، حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب علوی نے بھی خطاب فرمایا۔ سید سلمان گیلانی نے حضورؐ کے حضور نذرانۂ نعت پیش کیا۔

۱۲۔جنوری بروز منگل کراچی سے جناب محترم حاجی یوسف صاحب دامت برکاتہم کے صاحبزادے جناب حاجی سرفراز صاحب تشریف لائے۔ انہوں نے محترم میاں مولانا محمد اجمل قادری صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ خدام الدین فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام چلنے والے خدام الدین بنات پبلک سکول شیرانوالہ اور مدرسہ البنات گمٹی بازار لاہور کا معائنہ کیا۔ وہ سکول کی تازہ صورت حالات سے بہت متاثر ہوئے۔ آجکل شیخ التفسیر ہال میں تعمیر کا کام جاری ہے۔ حضرت اقدس کے خادم خاص جناب حاجی بشیر احمد صاحب بڑی محنت اور کوشش سے اس کام کی تکمیل کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ حاجی سرفراز صاحب نے محترم میاں محمد اجمل صاحب کے ہمراہ اس ہال کا معائنہ کیا۔

۱۳۔جنوری بروز بدھ مولانا میاں اجمل قادری صاحب نے گلبرگ میں ایک تقریب نکاح میں شرکت کی اور حضرت اقدس کی طرف سے بچی کے لئے قرآن پاک کا تحفہ بھی پیش کیا۔

۱۴۔جنوری بروز جمعرات انجمن اشاعت دین خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ میں ایک عظیم الشان سیرت کانفرنس منعقد ہوئی ۔۔ محترم میاں محمد اجمل قادری صاحب نے اس کانفرنس سے بڑا پُرمغز اور پُرسوز خطاب فرمایا۔ آپ نے کہا کہ ہمیں زندگی کے ہر شعبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر آج بھی مسلمان پورے طور پر اسلام کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھال لیں۔ تو آج بھی پوری دنیا میں مسلمانوں کی عظمت کے ڈنکے بج سکتے ہیں۔ مولانا محمد اجمل قادری صاحب نے فرمایا کہ دعا کی قبولیت کے لئے رزق حلال شرطِ اولین ہے۔ آپ نے لوگوں سے

کہا کہ جس حد تک ممکن ہو سکے حلال کی کمائی سے اپنے بیوی بچوں کی پرورش کریں۔ آپ نے فرمایا جس بچے کے منہ میں حرام کا لقمہ جائے گا۔ وہ کبھی بھی ماں باپ کا فرماں بردار نہیں ہوگا۔ اس سے پیشتر انجمن اشاعت دین خانقاہ ڈوگراں کے زیر اہتمام چلنے والی لائبریری کا معائنہ اور افتتاح بھی جناب مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب دامت برکاتہم نے کیا۔ لائبریری میں ساتھیوں سے گفتگو فرمائی اور اپنی طرف سے مبلغ دو صد روپے کی کتابوں کا تحفہ لائبریری کو مرحمت فرمایا۔ اور لائبریری میں ہی مجلس ذکر منعقد کروائی۔ اس سفر میں جناب حاجی سرفراز صاحب، جناب فواد صاحب، راقم اور سید سلمان گیلانی بھی میاں اجمل قادری صاحب کے ہمراہ تھے۔

۱۵۔جنوری بروز جمعۃ المبارک حضرت اقدس نے نماز جمعۃ المبارک پڑھائی اور دُور دراز سے آئے ہوئے لوگوں کی مشکلات سُن کر اُن کی تسلی و تشفی کی۔

۱۶۔جنوری بروز ہفتہ بعد نماز مغرب حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب اور جناب میاں محمد عارف ایڈووکیٹ نے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات فرمائی۔ اور "ترجمان اسلام" اور جماعتی امور سے متعلق حضرت اقدس سے مشورے کئے۔

۱۷۔جنوری بروز اتوار لاہور شہر کی مساجد کے خطباء اور آئمہ کرام کی اہم میٹنگ جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور میں منعقد ہوئی۔ معززین شہر اور نوجوانوں نے بھی اس میٹنگ میں شرکت کی۔ اور لاہور میں مسلک دیوبند کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے صلاح و مشورے کئے گئے۔

۱۸۔جنوری بروز پیر محلہ قصاباں مسجد بابا رمضانی گوجرانوالہ میں بعد نماز مغرب مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ لاہور سے میاں محمد اجمل قادری صاحب بذریعہ کار حاجی بشیر احمد صاحب اور میاں حلیم اللہ صاحب کی معیت میں گوجرانوالہ روانہ ہوئے۔ وہاں میاں محمد اجمل قادری صاحب نے مجلس ذکر منعقد کرائی اور مختصر سا خطاب بھی فرمایا۔ رات کا کھانا سمال انڈسٹری اسٹیٹ میں جناب حاجی یوسف صاحب کے ہاں کھایا۔ اور اُسی رات واپسی ہوئی۔

۱۹۔جنوری بروز منگل چار بجے شام بذریعہ ہوائی جہاز مولانا محمد اجمل قادری صاحب راولپنڈی روانہ ہوئے۔ ہوائی اڈے پر مولانا عبد المعبود صاحب، محمد یعقوب صاحب، شیر خان صاحب، جامع مسجد اقصیٰ کے صدر اور دوسرے احباب استقبال کے لئے موجود تھے۔ جناب حاجی بشیر صاحب جو پہلے ہی راولپنڈی پہنچ چکے تھے۔ استقبال کرنے کے لئے راولپنڈی ایرپورٹ پہنچے۔ جامع مسجد اقصیٰ سٹلائٹ ٹاؤن میں بعد نماز مغرب مجلس ذکر منعقد ہوئی اور بعد عشاء ایک جلسہ عام سے جناب میاں محمد اجمل قادری صاحب نے خطاب فرمایا۔ رات کا قیام حاجی ارشاد احمد صاحب کے ہاں فرمایا۔ وہاں خدام الدین کے سلسلہ میں جناب مولانا صوفی یونس صاحب، مولانا عبد المعبود صاحب، جناب عبد الحفیظ علوی صاحب اور جناب شیر خان صاحب سے تبادلہ خیالات ہوا۔

۲۰۔جنوری بروز بدھ کی صبح اسلام آباد میں ایرانی سفارتخانے میں تشریف لے گئے اور جناب ابو شریف محمد عباس سفیر ایران سے ملاقات فرمائی۔

حضرت دامت برکاتہم کو حکومت ایران کی طرف سے انقلاب ایران کی تیسری سالگرہ کی تقریبات میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ مولانا محمد اجمل قادری نے حضرت کی طرف سے دعوت کا شکریہ ادا کیا اور شرکت سے معذرت چاہی۔ نماز عصر چونگی ۲۲ راولپنڈی میں حضرت مولانا صوفی محمد یونس صاحب کے ہاں ادا کی گئی۔ بعد نماز مغرب پھولوں والی مسجد رحمان پورہ میں مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ رات تین بجے جناب حاجی بشیر صاحب کی معیت میں بذریعہ بس چکوال روانگی ہوئی۔ نماز فجر حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی مسجد میں ادا کرنے کے بعد آرام کیا گیا۔ یہاں کارکنوں اور متعلقین کو اطلاع ہو چکی تھی۔ اس لئے بہت سے ساتھی صبح سویرے ہی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ آرام کے بعد قبلہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے گھر ملاقات ہوئی اور دو گھنٹہ تک حضرت قاضی مظہر حسین صاحب سے میاں اجمل قادری صاحب نے مختلف موضوعات پر گفتگو کی۔ اس کے بعد میاں صاحب نے قاضی صاحب کے ہمراہ مدرسہ اور جامع مسجد کا معائنہ کیا۔ اور طلباء سے بھی گفتگو فرمائی۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد میاں اجمل صاحب میاں حلیم اللہ صاحب کے ننھیال تشریف لے گئے۔ بعد نماز مغرب چکوال سے جہلم

واپسی ہوئی ۔ وہاں حضرت مولانا عبداللطیف صاحب نے بڑے والہانہ طریقے سے میاں صاحب کو خوش آمدید کہا۔ اور علیحدگی میں ڈیڑھ گھنٹہ تک خصوصی ملاقات فرمائی۔ جس میں مختلف امور پر مشاورت ہوئی۔ وہاں سے رات بذریعہ بس لاہور واپسی ہوئی۔

۲۲۔جنوری بروز جمعۃ المبارک حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے نماز جمعہ پڑھائی۔ اور نماز جمعہ کے بعد مختلف حضرات سے اُن کے مسائل سُنے ہدایات دیں اور اُن کی تسلی وتشفی فرمائی۔

بقیہ : بٹ صاحب

تعلیم کے زمانہ ہی سے وہ اہل حق سے اس طرح متاثر تھے کہ تحریک ہجرت میں اس شہر کو خیرباد کہنا چاہا لیکن والدہ محترمہ کی توجہ سے تعلیم مکمل کرکے قافلہ حریت میں اس طرح شامل ہوئے کہ راستہ کی کوئی رکاوٹ ان کے لئے سدِ راہ نہ ہو سکی اور وہ اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اسی راہ پر گامزن رہے۔ حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ اور آپ کے جانشین محترم سے ان کا تعلق، انجمن خدام الدین اور اس کے مختلف شعبہ جات کی مخلصانہ خدمت، جمعیۃ علماء اسلام اور اس کے رہنماؤں سے تعلقات اور ان کے پروگرام کے مطابق سعی وعمل بٹ صاحب کی زندگی کے وہ مبارک نقوش ہیں جو بہر طور انمٹ ہیں۔ ایک عرصہ وہ سرکاری ملازم رہے لیکن اپنے عقیدہ وعمل کو کبھی نہیں چھپایا۔ اسلام کی سربلندی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ غیرت حق کی چلتی پھرتی تصویر اور ہر کسی کے کام آنے والے یہ مخلص و مہربان انسان دنیا سے منہ موڑ گئے۔

اللہ تعالیٰ کی ان پر بے حد وحساب رحمتیں نازل ہوں۔ ان کے لڑکے طارق بٹ صاحب اور دوسرے متعلقین کے ساتھ ساتھ جماعت کا پورا حلقہ غمزدہ ہے اور دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ متعلقین کو صبر جمیل کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔ اللّٰھم اغفرہ وارحمہ

بقیہ : مولانا عبدالوحید

"ہمت" کو کچھ دنوں کے بعد ہفت روزہ کر دیا گیا، جب کہ "طاقت" بند ہو گیا۔ چودہ سال تک "نئی دنیا" بڑی کامیابی سے نکلتا رہا، لیکن اس سلسلے میں مولانا نے کئی مقدمات کے مصائب جھیلے، آخر مصائب سے تنگ آکر ۱۹۶۴ء میں "نئی دنیا" بند کرنا پڑا۔ اس کے بعد مولانا نے "واقعاتِ نو" کے نام سے روزنامہ جاری کیا جس نے بہت جلد "نئی دنیا" کی جگہ لے لی۔ لیکن حالات اس قدر خراب ہو چکے تھے کہ اس اخبار کو بھی بند کرنا پڑا۔ "نئی دنیا" کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس کے سائے میں صحافیوں کی ایک نئی نسل پروان چڑھی۔ آج بھارت بھر کے اردو اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور محکمہ اطلاعات ونشریات میں کام کرنے والے ایسے بہت سے صحافی آپ کو مل جائیں گے جنہوں نے صحافت کا پہلا درس "نئی دنیا" سے ہی حاصل کیا۔ آخر لمبی مدت تک سخت اقتصادی مشکلات سے دوچار رہنے کے بعد ۱۹۶۸ء میں بھارت کا پہلا اردو ڈائجسٹ نکالا۔ اس کے بعد "ھدیٰ" "ہزار داستان" اور "ہدف" جیسے معیاری جرائد اور "واقعات" جیسا پندرہ روزہ رسالہ نکال کر مولانا نے اردو صحافت کو ایک نئی زندگی بخشی اور ۱۹۷۳ء میں "نئی دنیا" کو ہفت روزہ کی شکل میں پھر زندہ کیا جو مولانا کی جرأت اور بیباکی اور حق پرستی کا آئینہ دار تھا۔ مولانا پر مرض الموت کا حملہ ۸؍اپریل کو دماغ پر فالج گرنے سے ہوا اور بارہ دن زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد ۱۹؍اپریل کی صبح کو داعی اجل کو لبیک کہا۔

اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون ہ

بقیہ : قاری سراج الدین

علماء دیوبند۔ لیکن ستم ظریفی حالات دیکھئے کہ:

یہ منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

قاری سراج الدین مرحوم ومغفور ہمارے شاندار ماضی کا ایک ایسا متین نمائندہ تھے کہ جن کی خاموشی کی کوکھ سے پرجوش مستقبل کے جلالی تیور جنم لیتے ہیں۔ اُن سے میری ملاقات موت سے چند روز پہلے ہوئی تھی، انہیں یہ یقین ہو چلا تھا کہ اب چل چلاؤ ہے، مگر چہرے پر اعتماد کی پرشکوہ تنویر نمایاں تھی، اُن کی آواز میں غیرت وسچائی کی گونج تھی اور باتوں میں ذوقِ حق پرستی کی حلاوت، قاری سراج الدین نے بڑی عسرت وتلخی کے لمحات گذار کر دنیا کو خیرباد کہا مگر ضمیر کی آن کو بے داغ لے گیا۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا